

اہل سنت کا نشان

باقیہ

MARCH 2006

شعبہ اشاعت 143

# حضرت رضا بریلوی کی شخصیت

تصور عشق کے حوالے سے

تحقیق و تحریر علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

تخشیہ علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار میٹھا در کراچی

## پیش لفظ

جو ذات پاک شکم مادر میں بچے کی صورت گری کرتی ہے وہی ذات خیالات و احساسات کی صورت گر بھی ہے۔ پیدا فرمانے والے نے چہروں کو تاثیر دینے والا بنایا اور قلوب کو تاثیر قبول کرنے والا۔ ہر چہرہ ایک رنج میں تاثیر رکھتا ہے اور یہ دائرہ تاثیر صدیوں اور زمانوں پر بھی محیط ہو سکتا ہے۔ یہ خالق کے اپنے کام ہیں وہی آنکھوں کو بینائی عطا فرمانے والا ہے اور وہی نظاروں کو رعنائی عطا فرماتا ہے۔ وہ خود ہی محبت پیدا فرماتا ہے اور خود ہی محبوب پیدا فرماتا ہے۔

عشق و محبت کی تعریف بڑی مشکل ہے اس پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں، افسانے رقم ہوئے، شعراء نے عشق و محبت کے قصیدے لکھے، مرثیے کہے، عشق و محبت کی کیفیات کا ذکر ہوا، وضاحتیں ہوئیں لیکن اس کی جامع تعریف نہ ہو سکی۔ ہاں بات صرف اتنی ہے کہ ایک چہرہ جب انسان کی نظر میں آتا ہے تو اس کا انداز بدل جاتا ہے، اسے کائنات بدلی بدلی سی لگتی ہے بلکہ ظاہر و باطن کا جہاں بدل جاتا ہے۔

عشق و محبت سے آشنا انسان کی زندگی نثر سے نکل کر شعر میں داخل ہو جاتی ہے وہ اندیشہ ہائے سود و زیاں سے نکل کر جلوہ جاناں میں گم ہو جاتا ہے۔ اس کی تنہائی میں میلے اور میلوں میں تنہائیاں ہوتی ہیں، وہ ہنستا ہے تو بے سبب، روتا ہے تو بے جواز، عشق و محبت کی کائنات جلوہ محبوب کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ محبت کو محبوب میں کبھی یا خامی نظر نہیں آتی، اگر نظر آئے بھی تو محسوس نہیں ہوتی محسوس ہو بھی تو ناگوار نہیں گزرتی۔ کسی شاعر کا بہت اچھا شعر ہے:-

کوئی سمجھے تو ایک بات کہوں عشق تو فیت ہے گناہ نہیں

صاحبو! عشق کے لغوی معنی کسی شے کے ساتھ دل کا وابستہ ہو جانا ہے عشق و محبت کے الفاظ اکثر ہم معنی استعمال ہوتے ہیں لیکن اہل زبان نے ان میں فرق کیا ہے۔ محبت جب شدت اور محویت میں ڈھل جائے تو اسے عشق کہتے ہیں یعنی عشق جو ہے وہ محبت کی Superlative ڈگری کا نام ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجاز کیا ہے اور حقیقت کیا ہے۔ آئیے! عشق مجازی کی حقیقت اردو ادب کے مشہور شاعر مرزا غالب کے اس شعر کے تناظر میں سمجھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ:-

کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے اک دماغ کا

مجنوں کا لیلیٰ کے عشق میں صحرانوردی کرنا مجاز ہے، شیریں اور فرہاد کے افسانے مجاز ہیں، ہیر رانجھا کے قصے مجاز ہیں لیکن نبی کا عشق حقیقت ہے، نبی کی آل کا عشق حقیقی ہے، نبی کے اصحاب کا عشق حقیقی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

نام کتاب : حضرت رضا بریلوی کی شخصیت تصور عشق کے حوالے سے

مصنف : علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

حواشی : علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

ضخامت : ۲۸ صفحات

تعداد : ۲۰۰۰

اشاعت نمبر : ۱۴۳

☆☆ ناشر ☆☆

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ 74000 فون: 2439799

ہے، عشق رومی و جامی حقیقی ہے، عشق بلال و اویس حقیقی ہے، احمد رضا کا عشق حقیقی ہے۔ احمد رضا! کون احمد رضا؟ وہی احمد رضا جو عاشقوں کے امام ہیں، وہی احمد رضا جنہوں نے عشق کو ایک نیا انداز اور ایک نئی جہت عطا کی فرماتے ہیں۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روزِ فزوں کرے خدا جس کو ہو درد کا مزاناز دوا اٹھائے کیوں ایک اور جگہ آبروئے عاشقان امام احمد رضا یوں فرماتے ہیں:-

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھڑستے جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے ذرا انداز تو ملاحظہ کیجئے، فرماتے ہیں کہ: ہم نے اپنے سینوں میں عشق نبی کی وہ آگ روشن کی ہے جو جہنم کی آگ کو بجھا دے گی۔ ایک اور جگہ عاشقوں کے سردار اپنے آقا و مولیٰ سے اپنے والہانہ جذبات کا یوں اظہار فرماتے ہیں۔

لحد میں عشق زُربخ شہ کا داغ لے کر چلے اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کر چلے احمد رضا تمہارے قلم پر قربان تمہاری زبان پر فدا تمہاری فکر پر تصدق تمہارے آہنگ پر ثناء تم نے کتنے عظیم اور کتنے حسین محبوب کا انتخاب کیا ہے، تم نے انتخاب کیا بھی تو کس کا؟ محبوب رب العالمین کا جو تمام جہانوں سے پیارا ہے۔

بلاشبہ عشق و محبت کی تاریخ میں راہِ محبت کا ہر راہی یاد رکھا جائے گا لیکن رومی و جامی اور احمد رضا کے نام آسمانِ محبت پر مہر و ماہ کی طرح چمکتے رہیں گے۔ اس لیے بھی کہ وہ عاشق ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ خادمانِ عشق و محبت ہیں۔ خصوصاً "احمد رضا جو محبت کرتا ہی نہیں محبت سکھاتا بھی ہے۔" عشق رکھتا ہی نہیں عشق کا معلم بھی ہے جلتا ہی نہیں راہِ محبت میں جلنے کا روح گیر درس بھی دیتا ہے۔ احمد رضا تم کتنے خوبصورت لگتے ہو جب جانِ کائنات کی دہلیز پر جمولی پھیلائے۔ محض ان کے حسن کی خیرات مانگتے ہو۔ لب واپاں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے

آخر میں سلام کہتا ہوں احمد رضا کے نام، احمد رضا کے آفاق گیر کلام کے نام، کام کے نام اور..... نام کے نام اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں احمد رضا کے عشق کے چند چھینٹے مرحمت فرمائے۔

جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان اس منفرد مضمون کو اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی 143 ویں اشاعت کے طور شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے یہ مضمون حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب کی تصنیف "امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ ﷺ" سے حاصل کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین.....

## حضرت رضا بریلوی کی شخصیت

### تصور عشق کے حوالے سے

دنیا عاشقوں سے خالی نہ کبھی تھی اور نہ اب ہے، ہر دور اور ہر زمانے میں ان آشفتمد حالوں نے اپنے آہ سرد اور نفسِ گرم سے خزاں رسیدہ چمن کو بہارِ نو سے آشنا کیا، قَالَ اللَّهُ وَ قَالَ السُّؤْلُ کی صدائے دلنواز سے اجڑی بستیاں آباد ہوتی رہیں۔ بگڑے نصیبے سنور تے رہے۔ کیوں نہ ہو کہ عشق رسول ان کی حیات کا عرفان اور محبتِ نبی ان کی شخصیت کی پہچان تھی۔

حضرت رضا بریلوی اُن دیوانگانِ کوچہ مصطفیٰ کی بھیڑ میں بھی اپنی شخصیت کی امتیازی خصوصیت کے اعتبار سے بہت سوں سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ ان کی شخصیت عشق کی بھٹی میں تپ کر، محبت کی چھلنی میں چھن کر، اور احترام و ادب کی میزان پر ٹل کر ایسی نرالی، الہیلی اور معیاری ہوئی تھی کہ ان کی صبح و شام ان کی حرکت و عمل ان کی زندگی و حرارت عشقِ مصطفیٰ کے جلوہ ہائے خوش رنگ سے ایسی مریض تھی کہ ایوانِ رضا سے محبت کے جام اب تک لٹائے جا رہے ہیں اور پیمانہ ہے کہ خالی ہونے کا نام نہیں لیتا۔ شہستانِ رضا کے جس گوشے پر نظر ڈالئے ہر گوشہ تجلیاتِ عشق کا مرقع معلوم ہوتا ہے۔ ان کے فکر و عمل کے آفاق پر محبتِ محبوبِ خدا ایسی چھائی ہوئی تھی کہ وہی تصور ان کی شخصیت کا عرفان بن کر رہ گیا ہے، عشق رسول سے ہٹ کر ان کی شخصیت کا خاکہ مکمل ہو ہی نہیں سکتا..... عشق رسول ان کے جسم میں جان کی حیثیت سے رچا بسا، اور گھلا ملا تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کی نجی زندگی سے لے کر تخلیقی شہ پاروں تک ہر جگہ عشق ہی عشق اور محبت ہی محبت کے انوار برس رہے ہیں۔

قرنِ اولیٰ سے لے کر آج تک عاشقانِ رسول برابر ہوتے رہے ہیں۔ اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ بلکہ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنا سب سے بڑا سرمایہ عشق رسول ہی کو سمجھا ہے ایسا سرمایہ کہ جان دے کر بھی ہاتھ آ جائے تو ازاراں ہے۔

حضرت رضا بریلوی مقامِ عشق میں اس بلندی پر فائز ہیں، جہاں شرابِ عشق سے نشیم



آباد ہوتے ہیں، جہاں حرکتِ نفس سے ادب کے چراغ جلتے ہیں، جہاں جلوہ ہائے رنگین سے ویرانیاں آباد یوں سے بدلتی ہیں۔ جہاں آتشِ سینہ سے بوئے کباب آ رہی ہے اور آہِ سرد دوائے درد بن جاتی ہے۔ جہاں جمالِ محبوب، کمالِ محبوب، اور خیالِ محبوب کے سوا کچھ نہیں..... جدھر دیکھئے نور ہی نور، جہاں دیکھئے سرور ہی سرور ہے..... جلووں کی برسات میں پوری فضا بھیگی بھیگی سوز و تپش کی بہتات سے پھر بلی زمین بھی گیلی گیلی معلوم ہوتی ہے وہ عشق اور تقاضائے عشق کے رموز و نکات سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ محبوب کی بارگاہ میں حاضری کا قرینہ و ادب کوئی آپ کے قلبِ عظمت آشنا سے پوچھے، اور محبتِ رسول کی دودھیا چاندنی سے فیضِ انسانی کا طریقہ و قاعدہ کوئی آپ کی شخصیت سے سیکھے۔ رقمطراز ہیں۔

"جب حرمِ محترم مدینہ میں داخل ہو، احسن یہ ہے کہ سواری سے اتر پڑے۔ روتا، سر جھکائے، آنکھیں نیچی کئے چلے۔ ہو سکے تو برہنہ پائی بہتر بلکہ۔

جائے سرست اینکہ تو پایِ نبی پائے نہ بنی کہ تو کجایِ نبی ما  
جب در مسجد پر حاضر ہو صلوٰۃ و سلام عرض کر کے قدرے توقف کرے، گویا سرکار سے اذنِ حضوری کا طالب ہے، اس وقت جواب و تعظیم واجب ہے، مسلمانوں کا قلب خود واقف ہے، زہارِ زہناز، اس مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ کہے، یقین جان کہ وہ مزارِ اعظم و انور میں بحیاتِ ظاہری، دنیاوی، حقیقی ویسے زندہ ہیں جیسے پیش از وفات تھے، ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں، حضور ہمارے ایک ایک قول و فعل، بلکہ دل کے خطروں پر مظل ہیں۔ اب وہ وقت آیا کہ دل کا رُخ بھی اس پاک جالی کی طرف ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے محبوبِ عظیم الشان ﷺ کی آرام گاہ رفیع المکان ہے، گردن جھکائے آنکھیں نیچی کئے، لرزتا، کانپتا بید کی طرح تھر تھراتا، ندامتِ گناہ سے عرقِ شرم میں ڈوبا قدم بڑھا، خضوع و وقار، خشوع و انکسار کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرو،

یعنی سر رکھنے کی جگہ ہے جہاں تو پاؤں رکھتا ہے تو نہیں دیکھتا کہ قدم کہاں رکھتا ہے۔

سوا سجدہ و عبادت کے جو بات ادب و اجلال میں اکمل ہو بجالا، زہارِ جالی شریف کے بوسہ و مس سے دور رہ کر خلاف ادب ہے، اب نہایت ہیبت و وقار کے ساتھ مجرا و تسلیم بجالا۔ بہ آوازِ حزین، و صورتِ درد آگین، و دلِ شرمناک و جگرِ صد چاک، معتدل آواز سے نہایت نرم و پست، نہ بہت بلند و سخت، عرض کر۔

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقٍ لِلَّهِ

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيعَ الْمُنْذِبِينَ

السَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى الْبَكِّ وَأَصْحَابِكَ أَجْمَعِينَ (۱)

دل میں اگر آقا کی محبت و عظمت جلوہ آرا ہو تو پھر دل خود ہی تعظیم کے لئے بے قرار ہوگا، بلکہ تعظیمِ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی میں داروئے شفا اور دوائے قرار ملے گا۔ ادائے محبوب کی بہاروں سے لطف اندوز ہونا ہی سرمایہٴ حیات معلوم ہوگا۔ تمام عُرفاء و اولیاء اسی اعتقادِ عظمت و تعظیم کے ساتھ اپنی پوری زندگیوں میں کار بند رہے، امام مالک علیہ الرحمہ نے تعظیمِ رسول کے پیشِ نظر مدینہ طیبہ میں کبھی سواری نہ کی، اس کے لئے انہیں کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی بس یہی دلیل کافی تھی کہ خدا و رسول نے اس تعظیم سے منع نہیں فرمایا ہے۔

حضرت رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:-

"بوجہ اطلاقِ آیات، حضور اقدس ﷺ کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے، حَسَن و محمود رہے گی۔ اور خاص خاص طریقوں کے لئے ثبوتِ جداگانہ درکار نہ ہوگا، ہاں اگر کسی خاص طریقے کی بُرائی بالتحصیص شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ بے شک ممنوع ہوگا، جیسے حضور اقدس ﷺ کو سجدہ کرنا، یا جانور ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا، اسی لئے علامہ ابن حجر مکی "جوہر منظم" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

نبی ﷺ کی تعظیم تمام اقسامِ تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُلوہیت

میں شریک کرنا نہ ہو، ہر طرح امر مستحسن ہے، ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے نور بخشا ہے۔ (۲)

محبوب کے ذکر و تذکرے سے اپنے وجود کو نور و سرور بخشا، ان کی یاد سے روح و دل کو آباد و شاد کرنا، ان کے تصور و خیال سے طمانیت و سکینت کا سامان کرنا انہی کو دیکھنا، انہیں کی سنتا، اور انہیں کے فکر و دھیان میں گم رہنا، اور حیات کے ان لمحوں کو سرمایہ حیات سمجھنا، یہی تو ایک سچے عاشق کی پہچان اور اس کے عشق کا عرفان ہے۔ پھر یاد ان کی جنہیں زمانہ یاد کر رہا ہے۔ ذکر ان کا جن کے ذکر کو خدا نے اپنا ذکر بنالیا ہے، بات ان کی جن کی بات اصل حیات اور حاصل کائنات ہے۔ پھر کیوں نہ عشاق ان کے ذکر و فکر میں مست و سرشار رہیں۔

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

"نبی ﷺ بلکہ تمام انبیاء و اولیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد عین خدا کی یاد ہے، کہ ان کی یاد ہے تو اسی لئے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ یہ اللہ کے ولی ہیں۔ لہذا نبی ﷺ کی یاد مجالس و محافل میں یوں ہی ہوتی ہیں کہ حق تبارک و تعالیٰ نے انہیں یہ مراتب بخشے۔ یہ کمال عطا فرمائے۔ اب چاہے اسے نعت سمجھ لو، یعنی ہمارے آقا ﷺ ایسے ہیں جنہیں حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایسے درجے دیے، اس وقت یہ کلام کریمہ ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ﴾ کی قبیل سے ہوگا۔ چاہے حمد سمجھ لو، یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے اس وقت یہ کلام کریمہ ﴿سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ﴾ ۲ و آیت کریمہ ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى﴾ ۳ کے طور پر ہو جائے گا حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرماتا ہے ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ ۴، اور بلند کیا ہے ہم نے

۲ بنی اسرائیل: ۱۱۷

۱ البقرہ: ۲۵۳/۲

۴ الانشراح: ۴/۹۴

۳ التوبہ: ۳۳/۹

تمہارے لئے تمہارا ذکر، امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ "شفاف شریف" میں اس آیت کریمہ کی تفسیر سید ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں، (جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِّنْ ذِكْرِي فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِي) (۱) یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا، بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ مصطفیٰ ﷺ کی یاد یعنی خدا کی یاد ہے، پس حکم اطلاق جس طریقے سے ان کی یاد کی جائے گی حسن و محمود ہی رہے گی۔ (۳)

آقائے کائنات فرج موجودات علیہ التحسین والتسلیمات کے اختیار و عطا پر انہیں ایسا یقین حاصل تھا کہ کسی اور کی طرف ان کی غیرت نے کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، انہوں نے اپنے آقا کے کرم پر اعتقاد کیا اور آقائے کونین نے اپنے در کے اس مخلص منگتا کی نگہداشت فرمائی، ہمیشہ اس کی ہر ضرورت پوری فرمائی، اور عنایتوں سے ایسا مالا مال کیا کہ عالم خوشی و بخت و دی میں وہ ہمیشہ اس عنایت بے نہایت پر وجد کنناں رہے..... دیکھئے ذریر رسول اقدس پر ان کے ایقان و اذعان کی یہ کیفیت، فرماتے ہیں۔

"بالجملہ وہ تمہارے لئے دافع البلاء سہی مگر لا واللہ ہمارا ٹھکانہ تو ان کی بارگاہ یکس پناہ کے سوانہیں۔

منکر اپنا اور حامی ڈھونڈ لیں آپ ہی ہم پر تو رحمت کیجئے بلکہ لا واللہ اگر بغرض غلط، بالفرض باطل عالم میں ان سے جدا کوئی دوسرا حامی بن کر آئے بھی تو ہمیں اس کا احسان لینا منظور نہیں۔ وہ اپنی حمایت اٹھا رکھے ہمیں ہمارے مولائے کریم جل جلالہ نے بے ہمارے استحقاق بے ہماری لیاقت کے اپنے محبوب کا کر لیا، اور اسی کی وجہ کریم کو حمد قدیم ہے، اب ہم دوسرے کا بننا نہیں چاہتے۔ جس کا کھائیے۔ اس کا گائیے۔

چوں دل بادلبرے آرام گیرد  
ز وصل دگرے کے کام گیرد  
یا تو یونہی ترپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں  
منت غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

## رباعی

اے واہ وہ حبیب را کلید ہمہ کار  
باران درود بر رخ پائش بار  
دستہ کہ بدامان کریمش زده ایم  
زنہار بدست دیگر انش مہار  
تیرے کلکوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال  
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

حضور کے اختیار و اقتدار کا، ان کے تصرف و تحکم پر کس طرح دل و جان سے وہ یقین و ایمان رکھتے تھے، حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے قضائے عصر اور پھر رجعت شمس کا واقعہ تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"الحمد للہ اسے خلافت رب العزت کہتے ہیں، کہ ملکوت السموت والارض میں ان کا حکم جاری ہے، تمام مخلوق الہی کو ان کے لئے حکم اطاعت و فرمانبرداری ہے وہ خدا کے ہیں، اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے۔" (۵)

۱۔ یعنی، جب دل دلبر کے ساتھ آرام لیتا ہے تو دوسرے کی ملاقات سے کیسے مراد حاصل کر سکتا ہے۔

۲۔ یعنی، اے واہ واہ محبوب کو تمام کاموں کی کنجی حاصل ہے ان کے پاک حزار پر رحمت بر سادے بار بار، وہ ہاتھ جن سے ہم نے ان کے دامان کرم کو تھاما ہے وہ ہرگز دوسروں کے ہاتھ میں نہ دے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا لطف و کرم، غمخواری امت، آپ کی نوازش و بخشش و رحمت کا تذکرہ جب آتا تھا تو آپ کے سینے میں آتش شوق بھڑک اٹھتی تھی۔ ایک حدیث کہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا..... کَفَاكَ اللَّهُ أَمْرَ دُنْيَاكَ وَ أَمَّا أَمْرُ آخِرَتِكَ فَأَنَا لَهَا ضَامِنٌ، اللہ تعالیٰ تیرے دنیا کے کام درست کر دے، اور تیری آخرت کے معاملے کا تو میں ذمہ دار ہوں..... اس حدیث کے تفصیلی ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

پھر اٹھا دلولہ یاد بیابان عرب پھر کھنچا دامن دل سوئے مغیلاں حرم  
اللہ اللہ اس حدیث صبح کے پچھلے جملے نے..... محبوب اجل ﷺ کی آتش شوق  
سینے میں بھڑکا دی، مٹا اپنے پیارے آقا، مہربان مولیٰ کا دروازہ چھوڑ کر کہاں جائے  
ہر پھر کرو ہیں کا وہیں رہا جائیں۔ بلکہ واللہ یہ مٹا اپنے پیارے کریم مالک کے در  
اٹھڑ سے ہٹا ہی نہیں انبیاء کے دروازے پر جائے تو انہیں کا گھر ہے، اولیا کے یہاں  
آئے تو انہیں کا در ہے، ملائکہ کی منزلوں پر گزرے تو انہیں کا گھر ہے۔

کوئی اور ان کے سوا کہاں وہ اگر نہیں تو جہاں نہیں  
یک چراغیست دریں خانہ کہ از پر تو آں  
ہر کجا می گمری انجمنے ساختہ اند ما  
آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان  
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

یعنی، آسمان و ستر خوان، زمین و ستر خوان، سارا زمانہ مہمان میزبان ہونے کا شرف صرف آپ کو حاصل ہے۔

اپنے اس نظریہ کو انہوں نے مختلف مقامات پر مختلف انداز سے پیش کیا ہے۔ ہر جگہ حضور ﷺ کی فضیلت کی نئی روشنی دکھائی، اور عظمت کے نئے نئے شمس و قمر کھلائے ہیں۔ اس طرح

۱۔ یعنی، ایک چراغ ہے اسی گھر میں تو اس کی روشنی سے جدھر بھی دیکھتا ہوں تو ایک انجمن لگائی ہوئی ہے۔

مقام مصطفیٰ ﷺ پر انہوں نے اپنی تصانیف میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ بزم کون و مکان میں ان کے محبوب کے مرتبے کا اور کوئی نہیں۔ بلکہ وہی اصل عالم اور جان جہاں ہیں..... اہل نظر کے یہاں حقیقت محمدیہ، وجوب دامکان کے درمیان برزخ کبریٰ ہے..... وہ فرماتے ہیں۔

"جس طرح مرتبہ وجود میں صرف ذات حق ہے۔ باقی سب اسی کے پرتو وجود سے موجود۔ یونہی مرتبہ ایجاد میں صرف ایک ذات مصطفیٰ ہے باقی سب پر اسی کے عکس کا فیض موجود..... مرتبہ کون میں نور احمدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے۔ اور مرتبہ ملکوت میں نور احمدی آفتاب اور سارا جہان اس کے آئینے، و فی ہذا القول۔"

خَالِقُ كُلِّ الْوَرَى رَبُّكَ لَا غَيْرُ  
لُورِكَ كُلِّ الْوَرَى غَيْرُكَ لَمْ، لَيْسَ، لَنْ  
أَيُّ لَمْ يُوجَدْ..... وَلَيْسَ مُوجُودًا..... وَلَنْ يُوجَدْ أَبَدًا

نور محمدی ﷺ کا جس طرح عالم اپنی ابتداء وجود میں محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا۔ کچھ نہ بنتا، یونہی ہر شے اپنی بقا میں اس کی دست نگر ہے۔ آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعتاً فنائے محض ہو جائے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

وہ مصطفیٰ ﷺ کو تمام "ماکان و ما یکون" کا عالم مانتے ہیں اور اصحاب معرفت سے اس پر بہت دلائل اپنی تصانیف "خالص الاعتقاد"، "الفیوض المکیہ" وغیرہ میں پیش کرتے ہیں۔

ما یعنی کل مخلوق کا خالق تیرا رب ہے، اس کے سوا اور کوئی نہیں، نور تیرا کل جہان ہے تیرے سوا نہ کوئی پایا گیا، نہ موجود ہے، نہ پایا جائے گا۔

بہت سے دلائل و اقوال ائمہ سے فراغت کے بعد آخر میں فرماتے ہیں۔

"یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا قائل ہو گیا اور یہ عقیدہ کفر کا ہے..... مگر نہ دیکھا کہ احمد رضا کی جان کن کن پاک، مبارک دامنوں سے وابستہ ہے، احمد رضا کا سلسلہ اعتقاد علماء، اولیاء، ائمہ، صحابہ، سے محمد رسول اللہ ﷺ اور محمد رسول اللہ ﷺ سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین (۸)

بارگاہ رسول سے ان کو جو دار فکری کی حد تک وابستگی تھی۔ شاید ہی ایسی ان کی کوئی کتاب ملے جو اس ذوق و عرفان سے خالی ہو۔ آپ کے زمانے میں وہ لوگ پیدا ہو چکے تھے جو پیارے مصطفیٰ ﷺ کے علوم و کمالات میں بے جا کلام کرتے اور بے ادبی و گستاخی سے پیش آتے، بارگاہ رسالت کی توجہ و عطا سے آپ پوری قوت کے ساتھ ان تمام باطل عقائد و نظریات کا رد فرماتے۔ آقائے کونین کا ان پر کرم کیسا مسلسل تھا، اور کس طرح آپ کو توانائی ملتی تھی۔ حوصلہ افزائی ہوتی تھی..... فرماتے ہیں۔

"میرے ایک وعظ میں ایک نفیس نکتہ مجھ پر القا ہوا تھا۔ اسے یاد رکھو کہ جملہ فضائل حضور ﷺ کے لئے معیار کامل ہے۔ وہ یہ کہ کسی منعم کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چاہی طور پر ہوتا ہے۔

(۱) یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں۔

(۲) یادے سکتا ہے مگر بغل مانع ہے۔

(۳) یا جسے ندی، وہ اس کا اہل نہ تھا۔

(۴) یا وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد کوئی اور محبوب ہے اس کے لئے بچا رکھی۔

الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں، باقی تمام کمالات تحت قدرت الہی ہیں، اور اللہ تعالیٰ اکرم الاکریمین۔ ہر جواد سے بڑھ کر جواد۔ اور حضور اقدس ﷺ ہر فضل و کمال کے اہل..... اور حضور سے زائد اللہ عز و جل کو کوئی محبوب نہیں، لازم ہے کہ الوہیت کے نیچے جتنے



فضائل، جس قدر کمالات، جتنی نعمتیں، جس قدر برکات ہیں۔ مولیٰ ﷺ نے سب اعلیٰ وجہ کمال پر حضور کو عطا فرمائیں۔ (۹)

اپنے محبوب مالک کو نبین ﷺ کی عزت و عظمت کے گن گنا ہی ان کی زندگی و بندگی کا حاصل و خلاصہ معلوم ہوتا ہے۔ چاہے اس کے بدلے میں دشمنانِ رسول انہیں گالیاں دیں، طعنہ و طنز کے پتھر برسائیں۔ وہ تو بس ایک وفادار غلام کی طرح جس طرح بھی بن سکے خدمت کی نعمت چکنے نہ پائے۔ اس فریضہ میں کوتاہی نہ ہو ہر دم اس فکر میں لگے رہتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہر دن کی ڈاک سے جہاں بہت سے تو صیف نامے آتے تھے، وہیں گالی ناموں کا بھی ڈھیر ہوتا تھا۔ مگر وہ رے درویش و عیش وہ یہ سوچ کر کچل کچل اٹھتے کہ۔

"جتنی دیروہ مجھے گالی دیتے ہیں اتنی دیر تو میرے آقا کی بدگوئی سے باز رہتے ہیں"

خود فرماتے ہیں۔

"واللہ العظیم ما وہ بندہ خدا بخوشی راضی ہے اگر یہ دشنامی حضرات ما بھی اس کے بدلے پر راضی ہوں کہ وہ اللہ و رسول (ﷺ و ﷺ) کی جناب میں گستاخی سے باز آئیں اور یہ شرط لگالیں کہ روزانہ اس بندہ خدا کو پچاس ہزار مغلطہ گالیاں سنائیں، اور لکھ لکھ کر شائع فرمائیں اگر اس قدر پر پیٹ نہ بھرے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی گستاخی سے باز رہنا۔ اس شرط پر مشروط ہے کہ اس بندہ خدا کے ساتھ اس کے باپ دادا اکابر علماء قدست اسراہم کو گالیاں دیں تو اس ہم بر علم۔ اے خوشا نصیب اس کا کہ اس کی آبرو، اس کے آباء و اجداد کی آبرو بدگوئیوں کی بد زبانی سے محمد رسول اللہ ﷺ کی آبرو کے لئے سپرد ہو جائے..... یہی وجہ ہے کہ بدگو حضرات اس بندہ خدا پر کیا کیا طوفان، بہتان اس کے ذاتی معاملات میں اٹھاتے ہیں۔ اخباروں، اشتہاروں میں طرح طرح کی گڑھتوں سے کیا کیا خاکے اڑاتے ہیں۔ مگر وہ اصلاً

قطعاً اس طرف التفات کرتا نہ جواب دیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جو وقت مجھے اس لئے عطاء ہوا کہ بعونہ تعالیٰ عزت محمد رسول اللہ ﷺ کی حمایت کروں۔ حاشا کہ اسے اپنی ذاتی حمایت میں ضائع ہونے دوں۔ اچھا ہے کہ جتنی دیر مجھے بڑا کہتے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی بدگوئی سے غافل رہتے ہیں۔

فَبِإِنِّ أَبِي وَوَالِدِي وَعَرَضِي لِعِزِّضٍ مُّحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءِ مَا

(خلاصہ نو اند فتاویٰ (۱۳۲۴ھ) امام احمد رضا (۱۰)

اور اپنے اس مومنانہ طرزِ عمل پر انہیں کسی طمانیت روح نصیب ہے حرمین شریفین کے اکابر علماء کی زبان و قلم سے مدح سُن کر اتراتے ہیں نہ دشمنوں کی گالیاں سُن کر گھبراتے بلکہ ہر حال میں خداوند کریم کا شکر بجالاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے اپنے بندے کو یہ ہدایت دی، یہ استقامت دی کہ وہ ان اعظم اکابر کی ان عظیم مدحوں پر اتراتا ہے، بلکہ اپنے رب کے حسنِ نعمت کو دیکھتا ہے کہ پاک تیرے لئے، کیسا تو نے اس ناچیز کو ان عظمائے عزیز کی آنکھوں میں معزز فرمایا..... نہ (یہ بندہ) ان دشنامیوں اور ان کے حامیوں کی گالیوں سے جو وہ زبانی دیتے اور اخباروں میں چھاپتے ہیں۔ پریشان ہوتا۔ بلکہ شکر بجالاتا ہے کہ تو نے محض اپنے کرم سے اس قابل کیا کہ یہ تیری عظمت اور تیرے حبیب ﷺ کی عزت کی حمایت کرے۔ گالیاں کھائے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سرکار کے پہرے دینے والے لگتوں میں اس کا چہرہ دکھا جائے۔ (ایضاً ص ۴۹، ۵۰ ملخصاً) (۱۱)

حضرت رضا بریلوی کے اندر خدا اور رسول کے دشمنوں سے نفرت ابتدا ہی سے تھی۔ بلکہ یہ چیز ان کی فطرت میں داخل کر دی گئی تھی، حالات و ماحول کے تقاضے سے بہت سے مراحل ایسے آتے ہیں کہ انسان کے نظریہ میں نزاکت آ جاتی ہے، آدمی اپنے مسلمہ اصولوں سے بھی

ما یعنی، بے شک میری اور میرے آباء کی عزت، حضرت محمد ﷺ کی عزت کے لیے ڈھال ہے



سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے لیکن کیا مجال کہ یہاں ذرہ برابر نرمی آئے۔ اللہ و رسول کے دشمنوں سے سمجھوتہ پر وہ راضی ہو جائیں..... ان کے دل میں اللہ و رسول کی محبت ایسی راسخ اور پختہ تھی کہ انہیں عظمت و محبت کے سوا کبھی کچھ گوارہ نہ تھا..... فرماتے ہیں:-

"بِحَمْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے۔ اور میرے بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے اور بفضل اللہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ ﴿اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ﴾ بحمد اللہ اگر قلب کے دو کٹڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" دوسرے پر لکھا ہوگا "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" (۱۲)

چمن زار رضا میں جس طرف بھی رخ کیا جاتا ہے دیدہ و دل خیرہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آپ نے کردار و عمل اور زبان و قلم سے عشق رسالت کا جو درس دیا ہے اس کی اتھاہ گہرائیوں اور بے پناہ وسعتوں کو دیکھ کر ایک عالم آج بھی انگشت بدنداں ہے۔ عشق رسالت کے سوز و ساز میں ڈوبا ہوا یہ نثری شہ پارہ دیکھئے..... "اے عزیز! ایمان رسول ﷺ کی محبت سے مربوط ہے اور آتش جاں سوز جہنم سے نجات ان کی اُلفت پر منوط، جو ان سے محبت نہیں رکھتا۔ واللہ کہ ایمان کی بواس کے مشام تک نہ آئی وہ خود فرماتے ہیں۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَاَلِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۲

تم میں سے کسی کو ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک میں اس کے ماں باپ اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

۱۲۱/۵۸۸

۱۲ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" (برقم: ۱۴) میں، مسلم نے اپنی "صحیح" (برقم: ۶۹-۷۰) میں، نسائی نے اپنی "سنن" (برقم: ۵۰۱۳) میں، ابن ماجہ نے اپنی "سنن" (برقم: ۴۰۳۳) اور احمد نے "المسنن" (۱۷۲/۳) میں روایت کیا ہے اور ولی الدین ترمذی نے "مشکاۃ المصابیح" کے کتاب الايمان، الفصل الاول، (برقم: ۶-۷) میں ذکر کیا ہے۔

اے عزیز! چشم خرد میں سرمہ انصاف لگا کر اور گوش قبول سے پندہ انکار نکال کر پھر تمام اہل اسلام بلکہ ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے پوچھتا پھر کہ عشاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے۔ اور غلاموں کو مولیٰ کے ساتھ کیا کرنا چاہئے۔ آیا تکثیر فضائل، و تکثیر مدائح اور ان کی خوبی خُسن سُن کر باغ باغ ہونا، جامے میں پھولانا مانا۔ رذ محاسن، فنی کمالات اور ان کے اوصاف حمیدہ سے بہ انکار و تکذیب پیش آنا۔ اگر ایک عاقل، منصف بھی تجھ سے کہہ دے نہ وہ دوستی کا مفتقنی نہ یہ غلامی کے خلاف ہے۔ تو تجھے اختیار ہے ورنہ خدا اور رسول سے شرم اور حرکت بیجا سے باز آ۔ یقین جان لے کہ محمد ﷺ کی خوبیاں تیرے مٹانے سے نہ مٹیں گی۔ (۱۳)

(قمر التمام، امام احمد رضا)

وہ عشق رسول کی جس منزل پر فائز تھے اس کا لازمی نتیجہ بارگاہ رسول سے خلعت اعزاز و اکرام کی شکل میں ظاہر ہونا ہی چاہئے تھا..... مولانا محمد احمد مصباحی رقمطراز ہیں.....

"۱۳۲۳ھ میں آقائے کونین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو شوق دیدار کے ساتھ مواجہہ عالیہ میں درود شریف پڑھتے رہے..... انہیں امید تھی کہ ضرور سرکار مدینہ ﷺ عزت افزائی فرمائیں گے اور زیارت جمال سے سرفراز کریں گے۔ لیکن پہلی شب تکمیل آرزو نہ ہو سکی۔ یاس و حسرت کے عالم میں ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مقطع میں عاشق مصطفیٰ کا ناز اور ایک جلیل القدر ولی کا عرفان، پھر بے کسی و محرومی کا اظہار کچھ عجب انداز لئے ہوئے نظر آتا ہے۔ عرض کرتے ہیں۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا تجھ سے ملنے ہزار پھرتے ہیں

مواجہہ شریف میں یہ نعت عرض کی اور مؤذّب و منتظر بیٹھ گئے۔ قسمت جاگی، حجاب اٹھا۔ اور عالم بیداری میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت اور جمال جہاں آرا کے دیدار سے شرفیاب ہوئے۔ یہ آقائے کونین ﷺ کی طرف سے وہ اعزاز ہے جو بڑے ناز کے پالوں کو ہی میسر آتا

ہے..... حضرت رضا بریلوی قدس سرہ خواب میں تو بار بار زیارت جمال اقدس سے شرفیاب ہوئے مگر اس بار خاص روضہ مقدسہ کے حضور عالم بیداری میں دیدار سے سرفراز ہوئے ہیں جو ان کے کمال عشق و عرفان کی کھلی ہوئی دلیل اور بارگاہ رسالت میں ان کی مقبولیت کا پتہ ثبوت ہے۔ (۱۴)

بارگاہ رسالت سے وہ کتنے قریب تھے، مدینہ کا فیضان کس طرح ان پر ٹوٹ ٹوٹ کر برستا تھا۔ نئی رحمت کی نظر رحمت کس طرح انہیں اپنے جلووں سے سرشار رکھتی تھی۔ آپ کے شاگرد خلیفہ مولانا برہان الحق اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

"سنچر کو قضا کی محلہ (بہمنی) میں اعلیٰ حضرت کا وعظ ہوا، منبر کے قریب والد ماجد اور چچا کے پیچھے میں دیوار سے ٹک کر بیٹھا تھا۔ مسجد میں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی، ایمان افروز نورانی تقریر سے مجمع پر محویت طاری تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد مجھ پر غنودگی کا غلبہ ہوا۔ خواب میں دیکھا ایک عجیب دلکش نور سے پوری فضا منور ہے، درود و سلام کی سرور افزا آواز سے بیدار ہوا۔ دیکھا کہ اعلیٰ حضرت منبر سے نیچے کھڑے دست بستہ "الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ" پڑھ رہے ہیں چشم مبارک سے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ اور پوری مسجد صلوة و سلام کی آواز سے گونج رہی ہے۔ میں بھی صلوة و سلام میں شامل ہو گیا، اعلیٰ حضرت کے آنسو جاری تھے۔ اور جس والہانہ انداز سے محو صلوة و سلام تھے وہ عجیب کیف افزا تھا جس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ صلوة و سلام سے فارغ ہو کر اعلیٰ حضرت منبر پر تشریف لائے آدھ گھنٹے بعد دعاء پر تقریر ختم ہوئی..... ہم اعلیٰ حضرت سے اجازت لے کر قیام گاہ واپس ہوئے راستہ میں چچا سے میں نے مسجد میں دوران وعظ خواب کا ذکر کیا۔ خواب کا واقعہ سن کر والد اور چچا میں یہ گفتگو ہوئی۔ اعلیٰ حضرت مدینہ طیبہ اور حضور اکرم ﷺ کی محبت و عظمت و توقیر و تعظیم پر بیان فرما رہے تھے یکا یک کافی بلند آواز سے "الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ" کہہ کر منبر سے اتر کر۔ ہاتھ باندھ

کر عجیب رقت آمیز آواز میں صلوة و سلام پڑھتے ہوئے قبلہ رخ کھڑے ہو گئے۔ ولادت مبارکہ کا ذکر نہ تھا۔ نہ وعظ ختم کرنے کا ہی کوئی انداز تھا۔ اعلیٰ حضرت کی باطنی، روحانی نظر مبارک نے دیکھ لیا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ اس لئے فوراً منبر سے اتر آئے اور صلوة و سلام عرض کرنے لگے۔ ایک صاحب سفید گھنی داڑھی، ترکی ٹوپی لگائے اعلیٰ حضرت کے سامنے قریب بیٹھے ہوئے ہیں آنسو جاری ہیں..... انہوں نے ذکر شروع کیا۔ رات وعظ میں وہ مسجد کے درمیان دروازے سے لگے ہوئے بیٹھے تھے اور آنکھیں بند تھیں محویت کے عالم میں دیکھا کہ ایک نور محیط ہو گیا ہے۔ اور "الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ" کی آواز پر آنکھ کھولی تو سامنے سارا مجمع کھڑا صلوة و سلام پڑھ رہا تھا، یہ سن کر والد ماجد نے عرض کیا حضور یہ منظر برہان نے بھی دیکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے صرف یہ فرمایا۔ "یہ سرکار اعظم ﷺ کا کرم تھا کہ تجلی فرمائی..... الحمد للہ (۱۵)

جذبات محبت کے کیف میں سرشار اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جو ان کی زندگی کے حقائق کے عکاس ہیں، بارگاہ رسول میں جن سے ان کی مقبولیت و محبوبیت کا اندازہ ہوتا ہے، نامور صاحب قلم علامہ ارشد القادری ایک واقعہ کی منظر نگاری یوں کرتے ہیں۔

"بریلی کے انشیشن پر ایک سرحدی پٹھان کہیں سے اتر متصل ہی نوری مسجد میں اس نے صبح کی نماز ادا کی، نماز سے فراغت کے بعد جاتے ہوئے نمازیوں کو روک کر اس نے پوچھا "یہاں مولانا احمد رضا خاں نامی کوئی بزرگ رہتے ہیں؟" ان کا یہ ہوتا ہوا دیتجہ، "ایک شخص نے جواب دیا..... یہاں سے دو تین میل کے فاصلے پر "سوداگران" نام کا ایک محلہ ہے وہیں اس کے علم و فضل کی راجدھانی ہے۔ سرحدی ٹھکان اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے سوال کیا۔ کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کہاں سے تشریف لارہے ہیں؟..... جواب دیا سرحد کے قبائلی علاقے سے میرا تعلق ہے۔ وہیں پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹا گاؤں ہے۔ جہاں میرا آبائی مکان

ہے..... آپ مولانا احمد رضا خان کی تلاش میں کیوں آئے ہیں؟..... اس سوال پر اس کے جذبات کے ہيجان کا عالم قابلِ دید تھا، فوراً ہی ابدیدہ ہو گیا..... "یہ سوال نہ چھیڑیے تو بہتر ہے" کہہ کر خاموش ہو گیا..... اس پر اسرارِ جواب سے پوچھنے والوں کا اشتیاق اور بڑھ گیا۔ جب لوگ زیادہ مُصر ہو گئے تو اس نے بتایا..... "میں نے گزشتہ شب جمعہ کو نیم بیداری کی حالت میں ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کی لذت میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ اے خوش نصیب اولیائے مقررین اور ائمہ سادات کی نورانی محفل جہاں بریلی کے "احمد رضا" نامی ایک بزرگ کے سر پر امامت کی دستار لپٹی گئی ہے۔ اور انہیں قُطب الارشاد کے منصب پر سرفراز کیا گیا ہے۔ میری نگاہوں میں اب تک جھلک رہی ہے۔ اس دن سے میں اس مردِ مومن کی زیارت کے لئے پاگل ہو گیا ہوں۔ اس کے قدموں کی ارجندی پر اپنی عقیدتوں کا خراج لٹانے کے لئے بے چین ہوں۔ میں اس کی زندگی کی صرف اداؤں کو دیکھنا چاہتا ہوں جن کی بدولت، غوثِ الوری کی بارگاہ سے لے کر، سرکارِ رسالت کے حریم قدس تک ہر جگہ اسے تقربِ خاص کا اعزاز حاصل ہے۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا "ستّ خداوندی کے مطابق قُطب الارشاد کی سند اسی کو عطا کی جاتی ہے۔ جو اعتقاد و سلامتی دین کی صحیح فکر و نظر اور اہل اسلام کی خیر خواہی میں روئے زمین پر منفرد شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ اس منصبِ عظیم پر فائز ہونے والے کھلی آنکھوں سے سرکارِ رسالت کی روحانیتِ کبریٰ کا نظارہ کرتے ہیں..... قُطب الارشاد کے قریب پہنچ کر دل کے لطائف جاگ اٹھتے ہیں اور آنکھوں کے میخانے سے عشقِ رسالت ﷺ کی سرمستیوں کی شرابِ طہور ہر وقت ٹپکتی رہتی ہے۔ سرحدی پشمان نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا..... "آپ حضرات قابلِ رشک ہیں کہ اپنے وقت کے قُطب الارشاد کے چشمہ فیضان کے کنارے شب و روز کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ بے تاب شوق میں اٹھا اور تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے

محلہ سوداگران کی طرف چل پڑا۔

مُعطّر ہے اسی کوچے کی صورت اپنا صحرا بھی

کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے (۱۶)

اس ایک واقعہ میں دوسرے بہت سے غیر معمولی پہلوؤں کے سوا ایک تاہناک پہلو یہ

ہے کہ عشقِ رسول کی برکتوں نے آپ کو منازلِ ولایت میں ایک اہم منزل۔ عظیم منصب "قُطب

الارشاد" پر فائز کر دیا تھا۔ اس شانِ ولایت کی توثیق متعدد واقعوں سے ہوتی ہے۔

مخدوم الملّت، محدثِ اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ اپنا مشاہدہ بیان

کرتے ہیں۔

"میں اپنے مکان پر تھا، اور بریلی کے حالات سے بے خبر تھا۔ میرے حضور شیخ

الشاخ سید علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ العزیز وضو فرما رہے تھے کہ یکبارگی

رونے لگے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے۔ میں

آگے بڑھا تو فرمایا کہ بیٹا میں فرشتوں کے کاندھے پر "قُطب الارشاد" کا جنازہ

دیکھ کر رو پڑا ہوں، چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا، تو ہمارے گھر میں کہرام مچ گیا"

(۱۷)

پوری زندگی اپنے آپ کو سب بارگاہِ رسالت کے دُمرے میں شامل کر لینے کی آرزو

رکھنے والا عاشقِ صادق جب اس دنیا سے رخصت ہوا تو رحمتِ کونین کی مہربانیوں کی مولسا دھار

بارش میں اس کا پورا وجود شربور تھا۔

بیٹ المقدّس کے ایک شامی بزرگ، ٹھیک ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو خواب میں کیا دیکھ رہے

ہیں کہ:-

حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر دربار

ہیں۔ لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار

ہے۔ وہ شامی بزرگ بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں۔ فِذَاكَ اَبِيْ وَأَبِيْ



میرے ماں باپ حضور پر قربان کس کا انتظار ہے، سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "احمد رضا کا انتظار ہے"، انہوں نے عرض کی "احمد رضا کون ہیں؟" حضور نے فرمایا: "ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔" بیداری کے بعد انہوں نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں۔ پھر تو وہ شوق ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ جب بریلی پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ جس عاشق رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں۔ وہ ۲۵ صفر (۱۳۴۰ھ) کو اس دنیا سے سوئے کوئے جاناں روانہ ہو چکا ہے۔ (۱۸)

حالات و مشاہدات بول رہے ہیں کہ حضرت رضا بریلیوی "فانی الرسول" کے درجہ علیا، مرتبہ گہرائی پر متمکن تھے۔ اسی لئے ان کا ہر قول و فعل تصور رسول کی جاں بخش کرنوں سے مجلی ہوتا تھا۔ ان کی تحریرات سے محسوس یہ ہوتا ہے کہ بارگاہ رسالت سے اشارے ہوتے تھے۔ اور آپ اسے عملی جامہ پہناتے تھے۔ دل کی پوری یکسوئی کے ساتھ ان کا "تصور عشق" اور "مقامات عشق" کی تفصیل دیکھئے۔ کسی نے کسی شاعر کے شعر کے حوالے سے عشق میں "میخوام، نمی خواہم" کی تشریح چاہی ہے..... رقمطراز ہیں۔

"شاعر اباب تمکین سے نہیں جو ایک حال پر مستقیم و مستقر رہے بلکہ اصحاب تکوین میں سے ہے جن پر واردات مختلفہ مقتضی قضایاے مختلفہ وارد ہوئے ہیں۔ وہ اپنی ان احوال گونا گوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ "میخوام، نمی خواہم" تو ظاہر ہے کہ عشق میں اہل ہدایت کی یہی حالت ہوتی ہے وہ اپنی خواہش کے پابند ہوئے ہیں۔ اور ان کی خواہش یہی کہ حبیب کو دیکھیں اور رقیب کو نہ دیکھیں۔ اور "نمی خواہم" تین مقامات مختلفہ سے ناشی ہے، جن میں ایک دوسرے سے اعلیٰ ہیں۔

**مقام اول:-** ادنیٰ مقام "جوش عشق و رشک" ہے یعنی دل کی خواہش تو یہی ہے کہ حبیب بے

خلش رقیب جلوہ گر ہو، مگر "حبیب و رقیب" شدت مصاحبت سے متلازم ہیں کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے دیکھنے اور ایک کا نہ دیکھنا دوسرے کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہے نظر براں جب رشک جوش کرتا ہے، حبیب کو دیکھنا نہیں چاہتا کہ اس کی رویت بے رویت رقیب نہ ہوگی۔ اور رویت رقیب ہرگز منظور نہیں۔ اور جب عشق جوش زن ہوتا ہے۔ رقیب کو دیکھنا نہیں چاہتا کہ اس کا نہ دیکھنا حبیب کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہوگا، اور دیدار حبیب سے محرومی گوارا نہیں۔

مقام دوم:- اوسط مقام فنائے ارادہ در ارادہ محبوب "یعنی خواہش دل تو وہی کہ حبیب بے رقیب مختلی ہو۔ مگر حبیب کا ارادہ اس کا عکس ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میں اسے نہ دیکھوں اور رقیب کو دیکھوں کہ غیظ پاؤں اور مراد نہ پاؤں، جب فنائے ارادہ فی ارادہ الحبیب کا مقام وار ہوتا ہے میں اپنی اس خواہش دلی سے درگزر کرتا ہوں۔

میل من سوئے وصال رقص او سوئے فراق  
ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست  
فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب  
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے ما

مقام سوم:- اعلیٰ مقام "فانی المحبوب" کہ خود اپنی ذات ہی باقی نہ رہے۔ غیر اضافات، و نسبت، و تعلقات کہاں سے آئیں۔ رقیب کا غیر ہونا ظاہر اور رویت حبیب کا تصور بھی تصور غیر ہے۔ کہ رویت تین چیزوں کو چاہتی ہے، رائی، مرئی، اور وہ تعلق کہ ان دونوں میں ہوتا ہے۔ بلکہ حبیب کو جاننا بھی بے تصور نفس ممکن نہیں۔ کہ حبیب وہ جس سے محبت ہو۔ اور محبت کو ہر دو حاشیہ محبت و محبوب و اضافت پٹھما سے چارہ نہیں۔ جب میں ہمہ تن "فانی المحبوب" ہوں۔ تو رقیب، حبیب و رویت و عدم رویت کو کون سمجھے؟ اور ارادہ و خواست کدھر سے آئے؟ لا جرم اس وقت ان ما یعنی، میرا میلان وصال کی طرف قص کرتا ہے اور وہ فراق کی طرف، اپنی مراد کو ترک کر دیا ہے تاکہ دوست کی مراد پوری ہو جائے۔ فراق و وصل کے بجائے دوست کی رضا طلب کر کہ اس کے غیر کی تمنا افسوس کے سوا کچھ نہیں۔

میں سے کچھ خواہش نہیں رہتی۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا هَذَا الْمَقَامَ فِيْ رِضَاكَ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی مُصْطَفَاكَ وَآلِهِ  
وَ اَوْلِيَآئِهِ وَ كُلِّ مَنْ وَاَلَاكَ (۱۹)

حضرت رضا بریلوی کا یہ تصور عشق سامنے رکھئے اور ان کی سیرت کا وہ گوشہ دیکھئے  
جہاں وہ دشمنانِ خدا اور رسول پر شمشیر براں نظر آتے ہیں۔ محبت وہ نازک اور لطیف جذبہ ہے جو  
محبوب کی شان میں کسی توہین اور بے ادبی کو برداشت نہیں کر سکتا۔

حضرت رضا بریلوی کی وصیت کے الفاظ ملاحظہ ہوں..... فرماتے ہیں.....

جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ۔ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ  
ہو۔ فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت میں زرا بھی گستاخ دیکھو۔ پھر وہ  
تمہارا کیسا ہی بزرگ معظّم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح  
نکال کر پھینک دو۔ (20)

پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری حضرت رضا بریلوی کے اس انداز پر اظہار خیال کرتے  
ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابلِ اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت  
تقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے۔ لیکن کسی مقام پر تہذیب  
وشائستگی سے رگرا ہوا نہیں ہے۔ وہ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر  
آتے ہیں۔ مگر ان کے مخالفین، ناموسِ اسلاف کی حفاظت میں تیغ براں لئے نظر  
آتے ہیں۔ دونوں کے طرزِ عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے" (21)

امام احمد رضا کی تقید بجا، بے محل اور ناموزوں نہیں ہوتی تھی بلکہ بڑی چچی تلی اور انتہائی  
سنجیدگی و متانت کی حامل ہوتی تھی۔ ان کی تقیدات و تعاقبات کا سنجیدہ و متین قاری یہ فیصلہ لئے  
بغیر نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے بنام تقید جو بھی تحریر حوالہ قرطاس کی ہے وہ۔ ع

از دل خیزد بر دل ریزد ما

کا صحیح مصداق ہوتی تھی اسی لئے بہت سوں نے ان کی تحریرات کا مطالعہ کر کے راہِ حق،  
صراطِ مستقیم کو اپنایا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے وہ خود فرماتے ہیں۔

"دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے..... جن لوگوں

کے عقائد مذہب نہیں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں" (22)

حضرت رضا بریلوی کے سامنے چونکہ اسلامیات کا پورا ذخیرہ ہر وقت موجود رہتا تھا  
اس لئے وہ خوب جانتے تھے کہ ان کے آقا کو اپنی امت سے کتنا پیار تھا پھر بھلا وہ اس تعلق کو بھلا  
کیسے سکتے تھے اسی لئے انہوں نے اپنے محبوب کی امت میں سے جس فرد یا جماعت کو صراطِ مستقیم  
سے بہکا ہوا پایا تو ایک وفادار عاشق کی طرح محبوب کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے محبت بھری  
تنبیہ فرمائی ایسے موقع پر ان کی تحریر سے پیار کی شبنم ٹپکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ وہ جب نسبتوں کے  
تعلق سے معمولی بھول چوک کو بھی فرو گذاشت نہیں کر سکتے تھے تو بھلا تنقیص و توہین کا خفی سے خفی  
پہلو بھی کیسے گوارہ کر لیتے۔ نسبتوں کے تعلق سے اگر تھوڑی سے بے توہمی اور غفلت پائی تو چونکہ  
اٹھے۔ اور وہ نیاز مند نہ انداز اپنایا کہ قلوب خود بخود نسبتوں کی عظمت کے قائل ہو گئے۔

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ اپنا واقعہ اور مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کہ:-

انہیں کارِ افتاء پر لگانے سے پہلے گیارہ روپے کی شیرینی منگوائی اور اس پر حضورِ غوث  
اعظم ﷺ کی فاتحہ دلائی شیرینی حاضرین میں تقسیم ہوئی۔ پھر کیا ہوا حضرت محدث صاحب علیہ  
الرحمہ کی زبانی سنئے۔

"اچانک اعلیٰ حضرت پلنگ سے اٹھ پڑے، سب حاضرین کے ساتھ میں کھڑا ہو گیا

..... حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے، سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا

ہو رہا ہے، دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین

و یعنی، دل سے اٹھتا ہے دل پر گرتا ہے۔

پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرے کو نوک زبان سے اٹھا رہے ہیں۔ اور پھر اپنی نشست گاہ پر بدستور تشریف فرما ہوئے۔ اس واقعے کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار غوثیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے اور فاتحہ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرے کے تہک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی۔" (23)

حضرت رضا بریلوی کا ایک فتویٰ ہے جس کا عنوان ہے "النور والنورق" اس میں مختلف پانیوں کے احکام ذکر کئے ہیں۔ آب زمزم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ..... "اس کے ساتھ استنجاء مکروہ ہے کیوں کہ وہ ایک مقدس پانی ہے" یہ فقہی حکم بیان کرتے ہوئے انہیں خیال آیا کہ کہیں قارئین اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ زمزم کا پانی ہر پانی سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے۔ کیوں کہ ایک پانی ایسا بھی ہے جو نہ صرف آب زمزم بلکہ کوثر سے بھی افضل ہے۔ اس پانی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"سب پانیوں سے اعلیٰ سب سے افضل دونوں جہاں کے سب پانیوں سے افضل، کوثر سے افضل وہ مبارک پانی ہے۔ جو بار بار براہ اعجاز حضور انور، سید اطہر ﷺ کی انگشتان مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا۔ اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں۔ وہ پانی زمزم و کوثر سب سے افضل ہے مگر اب وہ کہاں نصیب! (24)

حضرت رضا بریلوی کے عشق کا مزاج اور محبت کا بانگین ملاحظہ ہو جن بے جان چیزوں کو آقائے کونین سے کسی طرح نسبت حال ہو گئی ان کا بھی ادب آپ کے مذہب عشق میں ضروری ہو گیا۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

"حضور سید عالم ﷺ کا موئے مبارک، یا جبہ مقدسہ، یا نعل شریف، یا کاسہ مطہرہ تبرک کیلئے جس پانی میں دھویا قابل وضو ہے..... ہاں پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلاف ادب ہے۔ اگر منہ پر جاری کیا منہ کا وضو ہو گیا، ان کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے" پھر اسی حکم کے تعلق سے فائدہ کا عنوان دے کر حاشیہ میں مسئلہ بیان فرماتے ہیں..... مسئلہ "حضور اقدس ﷺ کے آثار شریفہ، مثل جبہ مقدس

و نعلین مبارک کا غسل، شفاء برکت قابل وضو و معطی طہارت ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے (25)

علماء کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ زمزم افضل ہے یا کوثر، شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شب اسراء ملائکہ نے حضور اقدس ﷺ کا دل مبارک اس سے دھویا۔ حالانکہ وہ آب کوثر لا سکتے تھے..... اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور ﷺ کو۔ تو لازم کہ کوثر ہی افضل ہو۔ امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے۔ اس پر امام احمد رضا فرماتے ہیں..... "اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علماء سے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفصیل کوثر کو ہے" پھر کوثر کی انصافیت پر آپ نے پانچ دلائل پیش فرمائے ہیں وہ سب دلیلیں آپ کی طبعزاہ ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں۔

(1)..... آخرت میں وہی افضل ہے جو عند اللہ افضل ہے اور شک نہیں کہ آخرت میں کوثر افضل ہے۔ تو اب بھی کوثر زمزم سے افضل ہے۔

(2)..... زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے بے شک آخرت درجوں میں بڑی ہے اور فضیلت میں زائد۔

(3)..... کوثر کا پانی جنت سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ کوثر میں جنت سے دو پر تالے گر رہے ہیں ایک سونے کا ایک چاندی کا، اور فرماتے ہیں سن لو اللہ کا مال بیش بہا ہے سن لو اللہ کا مال جنت ہے۔

(4)..... کوثر کا پانی امت مرحومہ کے لئے زیادہ نافع ہے ایک قطرہ جس کے حلق میں جائے گا ابدلاً بادکبہ کبھی پیسا نہ ہوگا۔ نہ کبھی اس کے چہرے پر سیاہی آئے۔

(5)..... اللہ عزوجل نے عطائے کوثر سے اپنے حبیب افضل الرسل ﷺ پر احسان عظیم رکھا کہ ﴿اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ بے شک ہم نے کہ عظمت والے ہیں تم کو کہ بے مثل دیکتا ہو کوثر



عطا فرمایا..... تو کوثر کی عظمت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اللہ عزوجل ہم فقراءے بے قدر کو بھی اپنے حبیب کریم ﷺ کے کف کرم سے اس میں سے پینا نصیب فرمائے۔ آمین (26)

اس فاضلانہ بحث سے کوثر اور زمزم کا جو فرق ابھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے..... کہ زمزم کی نسبت حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی طرف ہے اور کوثر کی حضور محبوب رب العالمین کی طرف۔ اور ہر وہ چیز جسے آپ ﷺ سے شرف نسبت حاصل ہو جائے افضل ہے۔ پھر امام احمد رضا جیسا تبحر عالم جانباز عاشق رسول کوثر پر زمزم کی فضیلت کیسے تسلیم کر لیتا۔ گرچہ علمائے احناف کے اقوال پیش نظر نہیں تھے مگر زور طبع اور جود فکر سے کوثر کی فضیلت پر دلائل کے انبار لگا دیئے جن کے سطر سے ان کا عشق خاموش بولتا، مسکراتا اور جھانکتا معلوم ہوتا ہے۔ اور اخیر سطر کہ

"اللہ عزوجل ہم فقراءے بے قدر کو بھی اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کف کرم سے پینا نصیب فرمائے" میں تو عشق کا جہان آباد فرما دیا ہے، سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تمنا اور سعادت اندوز حسرت ہے۔ اس ایک حسرت پر کونین کا ہر عیش و عشرت قربان۔

علماء کے درمیان یہ مسئلہ بھی بڑا معرکہ الا را ہے کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ؟ اپنے اپنے انداز اور پرواز خیال کے دائرے میں سب نے شواہد و حقائق کے اجالے ہی میں گفتگو کی ہے مگر عاشق جمال مصطفوی حضرت رضا بریلوی کے عارفانہ حل اور عاشقانہ جواب کی بات ہی کچھ اور ہے مختلف پیرایہ بیان میں ایک ہی سبیل عشق کی روانی ہے۔ جو جذبہ محبت کی کہانی سنار ہی ہے۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد  
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے  
عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہد  
مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے  
شان جمال طیبہ جاناں ہے نفع محض  
وسعت جلال مکہ میں سود و ضرر کی ہے

کعبہ اللہ کا گھر ہے اور گنبد خضر اسرور کونین کا کاشانہ، دل ناصبور سخت حیران ہے کہ کس کو افضل جانے؟ خدا کے گھر کو کہ محبوب خدا کی آراگاہ کو۔ یہ وہ نازک فیصلہ ہے جو کوئی بندہ عشق ہی کر سکتا ہے، سنئے عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا خان کیا کہتے ہیں۔ اور داد دیجئے ان کے عشق و عقیدت کے انداز کو کہ محبت کی شان بھی بچالی اور محبوب پر آنچ بھی نہ آنے دی..... فرماتے ہیں۔

کعبہ ہے بے شک انجمن آرا دلہن مگر  
ساری بہار دلہنوں میں دولہا کے گھر کی ہے  
کعبہ دلہن ہے تربت اطہر نئی دلہن  
یہ رشک آفتاب و غیرت قمر کی ہے  
دونوں بنیں سجیلی، انیلی دولہن مگر  
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے  
سر سبز و صل یہ ہے سہ پوش ہجر وہ  
چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

فرش گیتی پر صحابہ کرام و مقدس نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے بلا واسطہ خورشید رسالت اکتاب نور و فیض کیا۔ قرآن اور صاحب قرآن کے حسین جلوؤں سے جن کے دل کی آبادی ہمیشہ مست و شاداب رہی۔ جن کی عظمت و شان کا خطبہ قرآن کریم نے پڑھا۔

حضرت رضا بریلوی کو صحابہ کرام سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ ان کی شان سے گرا ہوا کوئی لفظ سننا ناقابل برداشت ہو جاتا تھا۔ اور اس پر اپنی ناگواری کا برملا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے خواہ یہ غلطی کسی بڑے سے بڑے آدمی ہی سے کیوں نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ علامہ طحاوی جیسے عظیم فقیہ نے ایک جگہ یہ جملہ کہہ دیا کَمَا تَوَهَّمُ بَعْضُ الصَّحَابَةِ جِيسَا کہ بعض صحابہ کو وہم ہوا ہے۔ صحابہ کرام کی طرف وہم کی نسبت کرنا حضرت رضا بریلوی کو سخت ناگوار گذرا اور فوراً تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "أَقُولُ هَذَا لَفْظًا بَعِيدًا عَنِ الْأَدَبِ فَلَيْسَ جَعِيبٌ" میں کہتا ہوں یہ لفظ ادب سے بعید ہے اسلئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ (27)

سوچنے کی بات ہے جب وہ صحابہ کے لئے ایسے الفاظ سننے کے لئے تیار نہیں جن سے ان کی معمولی سی بھی تحفیف شان ہوتی ہو تو پھر آقائے کونین کے بارے میں ان کے تطہیر خیال، علوئے فکر، نظافتِ الفاظ، نفاستِ بیان کا اندازہ کون کر سکتا ہے، ان کی شخصیت کے جس رخ کو دیکھئے وہ تو بس رخِ روشن کی تجلیات پر فکر و تصور کی متاع گراں بہا لٹانے ہی میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور اس تصور میں وہ ایسے مست تھے ہر بندہ مومن سے وہ اسی جذبہ احترام کی امید کرتے تھے ان کے اپنے متعینہ عشق کی حدود سے تجاوز الفاظ و انداز پران کی غیرت کا تیور دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے..... سرورِ کائنات ﷺ کے نام پاک کے ساتھ کبھی کبھی بعض احباب "ص" "صلعم" اور انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ "ع" "م" لکھ دیتے تھے، یہ انہیں سخت ناپسند تھا بلکہ وہ اسے کفر سمجھتے تھے، ایک خط میں ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کو لکھتے ہیں.....

"تاتار خانیہ" سے ایک عبارت علامہ طحطاوی نے حاشیہ درر میں بالواسطہ نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کا اختصار "م" لکھنا کفر ہے، کہ تحفیفِ شانِ نبوت ہے (28)

محسوس یہ ہوتا ہے کہ ان کی سوچ و فکر پر بھی غیرتِ عشق کے پیرے بیٹھے تھے ہر وقت ان کی نگاہیں عظمتِ محبوب کا نثار کا نظارہ کرنے ہی میں محور ہتی تھیں۔ ان کی رگ رگ میں جو ہم "عشق" کے شرارے دیکھتے ہیں یہ جلوہ محبوب میں ڈوبے ڈوبے رہنے ہی کا فیضان معلوم ہوتا ہے۔ اب تو سیرت سرکارِ دو عالم کے عرفان کے لئے آپ کی شخصیت معیارِ کامل کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ اساطینِ علم و فن جب کسی فکر میں عاجز ہو جاتے تو آپ کی یاد آتی اور آپ کی شخصیت کے حوالے سے فکر و فن کا جائزہ لیا جاتا اور حیرت یہ ہے کہ کبھی کسی کو آپ کی بارگاہ سے مایوسی نہیں ہوئی۔ عظیم مورخ مولانا شاہ محمود احمد رفاقتی تحریر فرماتے ہیں۔

"حکیم عبداللطیف فلسفی (خاندان اطباء لکھنؤ کے چشم و چراغ اور طبیبہ کالجِ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پرنسپل تھے) نے ایک موقع پر بیان فرمایا تھا کہ دارالعلوم

معدنیہ، عثمانیہ، اجیر شریف کے ایک امتحان کے موقع پر نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی سابق صدر امور مذہبی حیدر آباد دکن نے اکابر علماء حضرت مولانا حکیم سید برکات احمد ٹوکی، حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، استاذ العلماء مولانا مشتاق احمد کانپوری حضرت مولانا سید سلیمان اشرف، جیسر مین اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے دریافت کیا کہ "حضور انور ﷺ کے عمامہ شریف میں کتنے پیچ ہوتے تھے؟ مولانا سید سلیمان اشرف نے فرمایا اس کا جواب صرف مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ دیتے مگر افسوس کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں، مولانا کے اس فرمان کی تمام علماء نے تائید کی" (29)

بس یہ کہ عشقِ مصطفیٰ کی چلتی پھرتی تصویر کا نام تھا احمد رضا، عظمتِ صحابہ کے پاسبان کا نام تھا احمد رضا۔ اکابرینِ ملت کی توقیر و تعظیم کے داعی کا نام تھا احمد رضا وہ اس دھرتی پر محبوبِ خدا کی محبت کا امین بلکہ نمائندہ تھا۔ ذرا ان کی محبت کا یہ نرالا انداز دیکھئے۔

"جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے خدمت میں حاضر ہوتے پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار میں حاضری دی؟ اگر اثبات میں جواب ملا فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر نفی میں جواب ملا پھر مطلق مخاطب نہ فرماتے، ایک بار ایک حاجی صاحب حاضر ہوئے۔ چنانچہ حسبِ عادت کریمہ یہی استفسار ہوا کہ سرکار میں حاضر ہوئی، وہ آبدیدہ ہو کر عرض کرتے ہیں ہاں حضور مگر صرف دو روز قیام رہا، آپ نے فوراً قدم بوسی فرمائی اور ارشاد فرمایا "وہاں کی سانسیں بھی بہت ہیں آپ نے تو بحمد اللہ دو دن قیام فرمایا" (30)

یوں تو آپ کی سیرت و شخصیت کا ہر پہلو گوہرِ تاجدار ہے۔ قلم کی ہر تحریر عظمت و وقار کا شاہکار ہے۔ لیکن خاص طور پر شانِ الوہیت، مقامِ نبوت، اور مرتبہ ولایت جیسے موضوعات پر جب دفاعی مورچہ سنبھالا ہے اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔ دامنِ قرطاس پر دلائل کے ڈھیر نہیں لعل و گوہر کے خزینے ہیں جو ادب احتیاط کی پیشانی کا جو مر بن کردلوں کی اجڑی زمین کو درخشاں کر رہے ہیں۔

آپ کی شخصیت کی اس عظمت کا اعتراف ان کے اپنے اور پرانے سب کو ہے..... برصغیر کے مشہور دانشور مولانا کوثر نیازی اعتراف حقیقت کی ترجمانی یوں کرتے ہیں.....

"میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے لیا ہے۔ کبھی کبھی اعلیٰ حضرت سے کا ذکر آ جاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے، مولوی صاحب!..... مولانا احمد رضا خان کی بخشش تو انہی فتوؤں کے سبب ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، احمد رضا تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا تم نے سمجھا کہ انہوں نے تو تین رسول کی تو ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ جاؤ اسی ایک عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔"

کم و بیش اسی انداز کا واقعہ مفتی محمد شفیع دیوبندی سے میں نے سنا فرمایا:-

"جب حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی وفات ہوئی۔ تو مولانا اشرف علی تھانوی کو کسی نے آ کر اطلاع دی، مولانا تھانوی نے بے اختیار دعاء کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے، جب وہ دعا کر چکے تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے پوچھا وہ تو عمر بھر آپ کو کافر کہتے رہے اور آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کر رہے ہیں۔ فرمایا (اور یہی بات سمجھنے کی ہے) کہ مولانا احمد رضا خاں نے ہم کو کفر کے فتوے اس لئے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم نے تو تین رسول کی ہے اگر وہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے۔" حقیقت میں جسے لوگ امام احمد رضا کا تشدد قرار دیتے ہیں وہ بارگاہ رسالت میں ان کے ادب و احتیاط کی

رَوش کا نتیجہ ہے۔" (31)

بارگاہ رسول سے ان کے مثالی لگاؤ، آستانِ عرض نشان کی عظمت و تقدس تاجدارِ حرم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کیسی کیسی سعادوں کی حامل ہے اور محرومی کیسی کیسی شقاوتوں کی غماز ہے۔ جذباتِ محبت کی ترنگ، قلم کی جولانی عشق کا ثباتِ حریم محبت کے محرم راز کی تحریر پر تنویر سے عیاں

ہے۔ "لَا تُشَدُّ وَ الرِّحَالُ" والی حدیث سے ابن تیمیہ نے یہ غلط استدلال کیا ہے کہ روضہ رسول کی زیارت کے قصد سے مدینہ طیبہ کا سفر کرنا ناجائز و حرام۔ حالانکہ اس کے فضائل سے کتاب و سنت اور کتب اسلاف لبریز ہیں۔ اور زیارت کے مانعین و تارکین کے لئے سخت وعیدیں وارد ہیں۔ حضرت رضا بریلوی "ابن تیمیہ" کے اس غلط استدلال کا محاسبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"طرفہ یہ ہے کہ شارع ﷺ جس امر کی طرف بہت تاکید بلانے اور اس کے ترک پر وعید

فرمائے۔ اس کا قصد ناجائز قرار پائے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ

بِالنِّيَّاتِ" ۱؎ یہ عجب کارِ ثواب ہے جس کی نیت موجب عذاب ہے وَلَا حَوْلَ وَلَا

۱؎ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة و المدينة، باب مسجد بیت المقدس (برقم: ۱۱۹۷) میں مسلم نے اپنی "صحیح" کے (برقم: ۴۱۵-۸۲۷) میں ترمذی نے "جامع الترمذی" کے أبواب الصلاة عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فی أتى المساجد افضل (برقم: ۳۳۶) نسائی نے اپنی "سنن" کے کتاب المساجد، باب ما تشد الرحال إلیه من المساجد (برقم: ۷۰۱) میں، ابن ماجہ نے اپنی "سنن" کے أبواب المساجد و الجماعات، باب ما جاء فی الصلاة فی مسجد بیت المقدس (برقم: ۱۴۰۹) میں اور احمد نے "المسند" (۷/۱۳) میں حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت کیا اور ولی الدین ترمیزی نے "مشکاة المصابیح" کے کتاب الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، الفصل الأول، (برقم: ۶۹۳-۶) میں روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة و المدينة، باب فضل الصلاة فی مسجد الخ (برقم: ۱۱۸۹) میں اور ابو داؤد نے اپنی "سنن" کے کتاب المناسک، باب فی إتيان المدينة (برقم: ۲۰۳۳) میں اور حافظ ابوالیمین ابن عساکر (متوفی ۶۸۲ھ) "اتحاف الزائر" ص ۳۲، میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

۲؎ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے کتاب الإیمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية و الحسبة (برقم: ۵۴) میں سوائے لفظ "إنما" کے اور مسلم نے اپنی "صحیح" (برقم: ۱۹۰۷) میں ابو داؤد نے اپنی "سنن" کے کتاب الطلاق، باب فی ما عنی به الطلاق و النیات (برقم: ۲۲۰۱) میں، نسائی نے اپنی "سنن" کے کتاب الطهارة، باب النية فی الوضوء (برقم: ۷۵) میں ترمذی نے "جامع الترمذی" کے فضائل الجهاد، باب ما جاء فیمن یقاتل رياء و للدنيا (برقم: ۱۶۴۷) میں، ابن ماجہ نے اپنی "سنن" کے أبواب الزهد، باب الزهد (برقم: ۴۲۲۷) میں اور احمد نے "المسند" (۲۵/۱) میں روایت کیا ہے اور ولی الدین ترمیزی نے "مشکاة المصابیح" کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔



قُوَّةُ إِلَّا بِاللَّهِ۔ وہی حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ۔ ائمہ دین نے تصریح فرمائی وہاں ان تینوں مسجدوں کے سوا اور مسجد کے لئے بالقصد سفر کرنے سے ممانعت ہے۔ ورنہ زہار الفاظ حدیث طلب علم، اصلاح مسلمین، جہاد، تجارت حلال اور ملاقات صالحین وغیرہ مقاصد کے لئے سفر سے مانع نہیں۔ اور قاطع نزاع یہ ہے کہ بعینہ یہی حدیث بروایت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں بسند حسن یوں روایت کی۔ لَا يَنْبَغِي أَنْ تُشَدَّ رِحَالُهُ إِلَى مَسْجِدٍ تَبْنِي فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا (ترجمہ) ناکہ کوسرہ اور نہیں کہ اس کے بجائے کسی مسجد کی طرف بغرض نماز کے جائیں سوا مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے، تو خود حضور اقدس کے ارشاد سے حضور کی مراد واضح ہو گئی۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (32)

کسی سائل نے آپ سے استفتاء کیا کہ حضور ﷺ کی زیارت شریف کا کیا حکم ہے۔ اور باوجود قدرت اس کا تارک یا مانع و منکر فضل شرعاً کیا ہے؟

اس سوال کے جواب میں ناموس رسالت کی حرمتوں کے پاس بان حضرت رضا ربیلوی نے ایک جامع رسالہ "البارقة الشارقة على مارقة المشاركة" سپرد قلم فرمایا پورا فتویٰ عقل و نقل اور فکر و استدلال کے بے شمار ثواب سے لبریز ہے۔ اور سطر سطر عشق و ادب کے کیف میں شرابور ہے۔ ذیل میں اس فتوے کی تلخیص ملاحظہ ہو۔

"زیارت سراپا طہارت حضور پُر نور سید المرسلین ﷺ بالقطع والیقین باجماع مسلمین افضل ثمرات و اعظم حسنات سے ہے، جس کی فضیلت و خوبی کا انکار نہ کرے گا مگر گمراہ، بے دین، یا کوئی سخت جاہل، سفید غافل، محرّہ شیاطین و العیاذ باللہ رب العالمین اس قدر پروتو اجماع قطعی قائم اور کیوں نہ ہو خود قرآن عظیم اس کی طرف بلاتا۔ اور مسلمانوں کو رغبت دلاتا ہے۔ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ تَعَالَى ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ

لَوْ جَدُّو اللَّهَ تَوَّابًا لَّرُحِمْنَا﴾ (ترجمہ) اگر ایسا ہو کہ وہ جب اپنی جانوں پر ظلم (یعنی گناہ و جرم) کریں میری بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوں۔ پھر گناہ سے مغفرت مانگیں۔ اور مغفرت چاہے ان کے لئے رسول تو بے شک اللہ عز و جل کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔"

امام بکی، شفاء السقام، اور شیخ محقق<sup>۲</sup> "جذب القلوب" میں فرماتے ہیں.....

علماء نے اس آیت سے حضور اقدس ﷺ کے حال حیات، حال وفات دونوں حالتوں کو شمول سمجھا، اور ہر مذہب کے مصنفین مناسک نے وقت جاضری مزار پر انوار اس آیت کی تلاوت کو آداب زیارت سے رکنا.....

ابن عدی وغیرہ کی حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَّانِي<sup>۳</sup>۔ جوج کرے۔ اور میری زیارت کو حاضر نہ ہو بے شک اس نے مجھ پر جفا کی۔ علامہ علی قاری "شرح الباب" میں اس سند کو حسن اور وہی "شرح شفا" و "در رمضیہ" اور امام ابن حجر "جوہر منظم" میں حج بہ فرماتے ہیں۔ انہیں دونوں کتابوں میں فرمایا نبی ﷺ کی جفا حرام ہے۔<sup>۴</sup> تو زیارت نہ کرنا متضمن جفا ہے۔ حرام ہوا۔<sup>۵</sup> اسی طرح ترک زیارت کے موجب جفا ہونے میں

۲۔ یعنی شیخ محقق شیخ عبدالحی محمد ث دہلوی

۳۔ سورة النساء

۴۔ اس حدیث کو ابن عدی نے "الکامل" میں اور امام تقی الدین بکی شافعی نے "الشفاء السقام فی زیارة خیر الانام" (الباب الاول فی الأحادیث الواردة فی زیارة نساء الحدیث الخامس، ص ۲۷، مطبوعة: النورية الرضوية، لاہور میں، ابن عدی کے طریق روایت کیا ہے اور علامہ احمد بن حجر عسقلانی نے "الجوہر المنظم" (الفصل الثالث فی التحذیر من ترک زیارته ﷺ مع استطاعتها، ص ۲۸، مطبوعة بالمطبعة الخيرية، الطبعة الأولى، ۱۳۳۱ھ میں ذکر کیا ہے۔

۵۔ علامہ ابوالامین ابن عساکر لکھتے ہیں جس نے حج کیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (کے روضہ اطہر) کی زیارت نہ کی اس نے آپ ﷺ کے ساتھ جفا کی اور اس نے جو کیا وہ اچھا نہ کیا، اسی طرح جو آپ ﷺ کا پڑوسی ہے اور حریم شریفین کے مابین واقع دیہاتوں کا باسی ہے وہ بغیر کسی مانع کے زیارت نہ کرے تو اس نے اسانت کی۔

(اتحاف الزائر، ص ۱۹-۲۰، مطبوعة: مرکز اہلسنت، برکاتہ الرضا، ہند)

۶۔ علامہ احمد بن حجر کی لکھتے ہیں: وَجَفَّانُهُ حَرَامٌ فَقَدْ مَرَّ زيارته الْمُتَضَمِّنُ لِجَفَّانِهِ

متعدد حدیثیں آئیں کہ حضرت والا علامہ قدس سرہ (والد ماجد رضا بریلوی) نے ”جواہر البیان“ شریف میں ذکر فرمائیں، اور شک نہیں کہ افراد میں اگرچہ کلام ہو۔ مجموعہ حسن تک مثنوی حسن اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو محل احتجاج میں کافی..... جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شام میں سکونت اختیار فرمائی، خواب میں حضور پر نور سید الجویں ﷺ کی زیارت سے شرفیاب ہوئے کہ ارشاد فرماتے ہیں ”مَا هَذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلَالُ أَمَا أَنْ لَكَ أَنْ تَزُودَنِي يَا بِلَالُ“۔ بلال! یہ کیا جفا ہے اے بلال! کیا ابھی تجھے وہ وقت نہ آیا کہ میری زیارت کو حاضر ہو۔ بلال رضی اللہ عنہ غمگین و ترساں و ہراساں بیدار اور فوراً بے قصد مزار پڑا اور جانب مدینہ شہد الزحار حال فرمایا۔ جب شرف حضور پایا قبر انور کے حضور روننا اور منہ اس خاک پاک پر بلنا شروع کیا۔ دونوں صاحبزادے حضرت حسن و حسین تشریف لائے، بلال رضی اللہ عنہ انہیں سینے سے لگا کر پیار کرنے لگے، شہزادوں نے فرمایا! ہم تمہاری اذان کے مشتاق ہیں۔ بہ شغف مسجد انور پر جہاں زمانہ اقدس میں اذان دیتے تھے۔ گئے جس وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کہا، تمام مدینہ لرزہ میں پڑ گیا۔ جب اُشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا لرزہ دوبالا ہوا۔ جب اس لفظ پر پہنچے اُشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، کنواری نو جوان لڑکیاں پردوں سے نکل آئیں۔ اور لوگوں میں غل پڑ گیا کہ حضور اقدس ﷺ مزار پڑا اور سے باہر تشریف لے آئے۔ انتقال حضور ذی الجلال ﷺ کے بعد کسی دن مدینہ منورہ کے مردوزن میں وہ رونانہ پڑا تھا جو اس دن ہوا۔

در نماز خم ابروئے تو یاد آمد  
حالتے رفت کہ محراب بہ فریاد آمد

حنفیہ زیارت شریف کو قریب بہ واجب کہتے ہیں اور اسی طرح مالکیہ، حنبلیہ نے تصریح کی ہماری کتب مذہب میں (۱) مناسک (فارسی) (۲) وطرا بلسی (۳) وکرمانی، (۴) اختیار شرح مختار

۱۔ اس واقعہ کو علامہ احمد بن حجر ہیتمی کی نے ”الحوہر المنظم“ (الفصل الثانی، ص ۲۷، مطبوعہ بالمطبعة الخیریہ) میں نقل کیا ہے اور امام تقی الدین سبکی نے ”شفاء السقام“ کے باب ثالث، ص ۵۳ میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ یعنی، حالت نماز میں تیرے ابرو یاد آ گئے، جب وہ حالت رخصت ہوئی تو محراب تک نے فریاد کی۔

(۵) وفتاویٰ ظہیریہ (۶) وفتح القدر (۷) وخرائتہ المفتین، (۸) ومنک ومنتوسط (۹) وملتک مقسط، وفتح الغفار (۱۱) مراقی الفلاح (۱۲) وحاشیہ الطحاوی علی المراقی (۱۳) وفتح الانہر، (۱۴) عالم گیری وغیرہا میں اس کے قریب واجب ہونے کی تصریح و تقریر بلکہ خود صاحب مذہب سیدنا امام اعظم سے اس پر نص منقول ”جذب القلوب“ میں ہے ”زیارت آنحضرت ﷺ نزد ابی حنیفہ از افضل مندوبات و اوکد مستحبات است“۔ قریب بہ درجہ واجبات..... بہر حال جزم کیا جاتا ہے کہ باوجود قدرت تارک زیارت قطعاً محروم و ملوم و بد بخت۔ و مشوم آثم و گنہگار، و ظالم و جفا کار ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ عَمَّا لَا يُرْضَاهُ، لاجرم علمائے دین، وائمہ معتمدین۔ تارک زیارت پر طعن شدید و تشیع مدیر کرتے آئے کہ ترک، مستحب پر ہرگز نہیں ہو سکتی۔

علامہ رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ امام ہمام نے ”لباب“ میں فرمایا کہ: ترک زیارت بڑی غفلت اور سخت بے ادبی ہے۔ امام ابن حجر مکی نے ”جوہر منظم“ میں تارک زیارت پر قیامت کبری قائم فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ: خبردار ہو! حضور اقدس ﷺ نے تجھے حد درجہ ڈرایا۔ اور اس کی آفتوں سے وہ کچھ بیان فرمایا کہ اگر تو اسے غور سے سمجھے تو اپنے اوپر ہلاکت و بد انجامی کا خوف کرے۔ حضور نے صاف فرمایا ترک زیارت جفا ہے۔

حضرت رضا بریلوی اقوال و احادیث کی روشنی میں تارک زیارت کا حکم صادر کرتے ہوئے فرماتے ہیں.....

”وہ شخص نامراد، ذلیل و خوار، مستحق نار، خدا اور رسول سے دُور ہے اس پر ان سب عذابوں پر، مردود و بارگاہ ہونے کی دعائے حضرت جبرئیل امین اور حضور سید المرسلین نے فرمائی۔ وہ راہ جنت بھول گیا۔ حد بھر کا بخیل، ملعون، بے دین ہے۔ اپنے نبی

۱۔ اسی طرح امام سبکی نے ”شفاء السقام“ کے چوتھے باب کی ابتداء میں ابو منصور محمد بن کرم کرمانی کے ”مناسک“ اور عبد اللہ بن محمد موصلی (متوفی ۶۸۳ھ) کی ”کتاب الاختیار“ کے حوالے سے لکھا ہے کہ احناف کے نزدیک روضہ انور کی زیارت مستحبات میں سب سے زیادہ افضل بلکہ درجہ وجوب کے قریب تر ہے۔

کے، اتنے روزے رکھے۔ علاوہ ماہ رمضان کے۔ اس قدر خیرات کی، علاوہ زکوٰۃ کے۔ اور اس قدر حج کئے۔ علاوہ حج فرض کے۔ وغیرہ الگ۔ ارشاد باری ہوگا

کبھی میرے محبین سے محبت اور میرے دشمنوں سے عداوت بھی رکھی " تو عمر بھر کی

(۳۴)

”نماز ہو یا کوئی عمل صالح وہ سب اس سرکار کی غلامی و بندگی کی فرع ہے جب تک

اپنی عبادت سے مقدم رکھا کہ فرمایا ﴿لِئَلَّامُنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتَعَزَّوْهُ وَ

رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ یعنی نماز پڑھو۔ تو سب میں

مگر سچا عبد اللہ وہ ہے جو "عبد مصطفیٰ" ہے ورنہ عبد شیطان ہوگا وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ

تَعَالٰی (۳۵)

آشنا ہونا۔ اور شانِ بندگی کو اس انداز سے دیکھنا جس انداز سے حضرت رضا بریلوی نے دیکھا ہے

فتاویٰ الرسول سے فتاویٰ اللہ ہو جانے کا روشن ثبوت ہے..... فہم کا یہی عروج۔ فکر کا یہی ارتقاء اور فنا

للقاء کا یہی وہ داعیہ تھا جس نے آپ کو اپنے آبائی نام "احمد رضا" کے ساتھ "عبدالمصطفیٰ" لکھنے

صدیق بلکہ غار میں جاں اُن پہ دے چکے

اور حفظ جاں تو جان فروش غرر کی ہے

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز

اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں

اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اور اپنے ملفوظات شریف میں فرماتے ہیں۔

"قیامت کے دن ایک شخص حساب کے لئے بارگاہِ رب العزت میں لایا جائے گا

اس سے سوال ہوگا کیا لایا؟ وہ کہے گا۔ میں نے اتنی نمازیں پڑھیں۔ علاوہ فرض



پر مجبور کیا تھا اور اپنے اس انداز محبت پر ان کو اتنا ناز تھا کہ ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تُو تو ہے "عبد مصطفیٰ"

تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

آپ اپنے دستخط میں احمد رضا کے ساتھ ہمیشہ عبدالمصطفیٰ لکھتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد عبدالمصطفیٰ پر بے شمار اعتراضات ہوئے کسی نے ایک سوال لکھ کر اعلیٰ حضرت رضا بریلوی کی بارگاہ میں بھیجا..... "زید کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں ہر کتاب اور ہر خط میں لکھتے ہیں "راقم عبدالمصطفیٰ" خدا جل جلالہ کے سوا دوسرے کا عبد کوئی کیسے بن سکتا ہے؟

اس کا جواب اعلیٰ حضرت بریلوی نے مفصل طور پر تحریر فرمایا:-

"الجواب"..... اللہ عز وجل فرماتا ہے ﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَأَسَائِكُمْ﴾ ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا کہ تم میں جو عورتیں بے شوہر ہوں انہیں بیاہ کر دو اور تمہارے بندوں اور تمہاری باندیوں میں جو لائق ہوں ان کا نکاح کر دو" رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عِبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ" ۱۔ مسلمان پر اس کے بندے اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔ یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم اور باقی سب صحاح میں موجود ہے۔

۱۔ النور: ۳۲/۲۴

۲۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے کتاب الزکاة، باب ليس على المسلم في فرسه الخ (برقم: ۱۴۶۳) و باب ليس على المسلم في عبده الخ (برقم: ۱۴۶۴) میں، مسلم نے اپنی "صحیح" کے کتاب الزکاة، باب لا زكاة على المسلم في عبده و فرسه (برقم: ۸-۹۸۲/۹) میں، ابوداؤد نے اپنی "سنن" کے کتاب الزکاة، باب صدقة الرقيق (برقم: ۶۲۸) میں، نسائی نے اپنی "سنن" کے کتاب الزکاة، باب زكاة الخيل (برقم: ۲۴۶۹-۲۴۷۰-۱۴۷۱) میں، ابن ماجہ نے اپنی "سنن" کے أبواب الزکاة، باب صدقة الخيل و الرقيق (برقم: ۱۸۱۲) میں، دارمی نے اپنی "سنن" (برقم: ۱۶۳۲) میں، مالک نے "الموطا" کے کتاب الزکاة میں، احمد نے اپنی "المسند" (برقم: ۲۴۲/۲) میں روایت کیا ہے۔

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر علانیہ فرمایا کہ "كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ كُنْتُ عَبْدَهُ وَ خَادِمَهُ" میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں حضور کا بندہ اور خدمت گار تھا۔ یہ حدیث شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے "ازالة الخفاء، بحوالہ ابو حنیفہ و کتاب الریاض النضرۃ" لکھی اور اس سے سند لی اور مقبول رکھی، مشنوی شریف میں قصہ خریداری بلال رضی اللہ عنہ میں ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور پر نور ﷺ سے عرض کی۔

گفت مادو بندگان کوئے تو کردش آزاد ہم بروئے تو ما

اللہ عز وجل فرماتا ہے:-

﴿قُلْ يٰۤأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰسَرُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ

اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ۲

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ مشنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بندہ خود خواند احمد در رشاد جملہ عالم را بخواب قل یوحنا ۳

اشرف علی تھانوی نے "حاشیہ شائم امدادیہ" میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونے کی

تائید کی ہے کہ "تمام جہاں رسول اللہ ﷺ کا بندہ ہے..... عبد اللہ بمعنی خلق خدا و ملک خدا تو ہر مومن و کافر ہے۔ مگر مومن وہی ہے جو عبدالمصطفیٰ ہے۔ امام الاولیاء مرجع العلماء حضرت سیدنا سہیل بن عبد اللہ تسری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "مَنْ لَمْ يَزَ نَفْسَهُ فِيْ مِلْكِ النَّبِيِّ ﷺ لَا يَدْوَ قُ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ"۔ (۱)

"جو اپنے آپ کو نبی ﷺ کا مملوک نہ جانے ایمان کا مزہ نہ چکے گا۔"

۱۔ یعنی، ہم دو بندے ہیں تیرے کوچے کے، میں نے آپ کی خاطر اسے آزاد کر دیا۔

۲۔ سورة الزمر: ۵۳/۳۹

۳۔ یعنی، بندہ خود کے راست پر آئیں احمد ہیں تمام عالم کو کہے قل یوحنا

آخر نہ دیکھا جب اللہ ﷻ نے محمد ﷺ کا نور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں ودیعت کیا اور اس نور کی تعظیم کے لئے تمام ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کا حکم دیا سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس لعین نے نہ کیا۔ کیا وہ اس وقت عبد اللہ ہونے سے نکل گیا۔ اللہ کی مخلوق، اللہ کا مملوک نہ رہا، حاشا یہ تو ناممکن ہے۔ بلکہ نور مصطفیٰ کی تعظیم کو نہ جھکا "عبد المصطفیٰ" نہ بنا لہذا مردود ابدی، ملعون سرمدی ہوا۔ آدمی کو اختیار ہے چاہے "عبد المصطفیٰ" بنے اور ملائکہ مقررین کا ساتھی ہو۔ یا اس سے انکار کرے اور ابلیس لعین کا ساتھ دے وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔ (فتاویٰ افریقہ امام احمد رضا) (۳۶)

حضرت رضا بریلوی کمال کے متلاشی تھے اسی لئے ان کی نظریں سراپائے محبوب، تذکرہ محبوب میں کمال کو تلاش کر کے ہی رہتی تھیں۔ اُن کا معیار محبت اتنا بلند تھا کہ اس بلندی کو جھانکتے ہوئے جھکا ہاں زمانہ کی جھکا ہی عاجز ہے۔ تاہم بہت سے حضرات نے ان کے "شدتِ عشق" کو عقل کے پیمانے سے ناپنے کی کوشش کی ہے۔ جذبِ محبت کو مختلف انداز سے سمجھا اور بیان کیا ہے۔ اور اس ضمن میں طعن و طنز کے تیر بھی چلائے ہیں۔ شاید وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ دشمن کون ہے.....؟ اور دوست کون.....؟ اللہ اور اس کے رسول کا وفادار کون ہے.....؟ اور خدا کون.....؟ کون کلیجے سے لگائے جانے کے قابل ہے.....؟ اور کون ٹھکرا دیئے جانے کے لائق.....؟ دوستی کا اصل معیار کیا ہے.....؟ حضرت رضا بریلوی نے بابِ مدیۃ العلم حضرت علیؓ مشکل کشاؓ کے قول سے اس کی عقدہ کشائی کی ہے۔ اور معیارِ محبت کو نکھار کر پیش کر دیا ہے۔ اور اس معیارِ محبت کی روشنی میں اپنی شخصیت کے بعض نجی پہلو کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ایمان کی کلیاں جھوٹے لگتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں انہیں کی زبانی۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:-

الْاَعْدَاءُ ثَلَاثَةٌ عَدُوُّكَ وَ عَدُوُّ صَدِيقِكَ وَ صَدِيقُ عَدُوِّكَ

دشمن تین ہیں ایک تیرا دشمن، ایک تیرے دوست کا دشمن اور ایک تیرے دشمن کا دوست

اللہ عزوجل کے دشمن تینوں قسم کے ہیں۔ ایک تو ابتداء اس کے دشمن، دوسرے وہ کہ محبوبانِ خدا کے دشمن ہیں۔ تیسرے وہ کہ ان دشمنوں میں کسی کے دوست ہیں..... ہر مسلمان پر فرضِ اعظم ہے کہ اللہ کے سب دوستوں سے محبت رکھے۔ اور اس کے سب دشمنوں سے عداوت رکھے یہ ہمارا عین ایمان ہے..... بحمد اللہ تعالیٰ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اللہ کے سب دشمنوں سے دل میں سخت نفرت ہی پائی۔ (۳۷)

اسی میں آگے چل کر ہے.....

"الحمد للہ کہ میں نے مال" مِنْ حَيْثُ هُوَ مَالٌ " سے کبھی محبت نہ رکھی صرف "إِنْفَاقٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ" کے لئے اس سے محبت ہے۔ اسی طرح اولاد "مِنْ حَيْثُ هُوَ أَوْلَادٌ" سے بھی محبت نہیں صرف اس سبب سے کہ صلہ رحم، عمل نیک ہے اس کا سبب اولاد ہے، اور یہ میری اختیاری بات نہیں۔ میری طبیعت کا تقاضہ ہے۔ (۳۸)

حضرت رضا بریلوی اپنی محبت کے اسی میزان پر سب کو تولتے تھے ذرا سی بھی اگر کی پائی یا جھول دیکھا۔ یا ناٹاں مٹول کی کیفیت پائی تو فوراً آپ نے تنبیہ کیا۔ مان گیا۔ تو ٹھیک ہے ورنہ شرعی حکم سامنے رکھ دیا، بہت سے لوگ جو اس معیار پر پورا نہیں اترتے تھے۔ پھر نتیجہ کے طور پر حضرت رضا بریلوی کے محاسبہ و تنقید کا شکار ہو جاتے تھے۔

دوست ہو یا دشمن، اپنا ہو یا بیگانہ، چھوٹا ہو یا بڑا جو حضرت رضا بریلوی کے اس معیار کی زد پر جو بھی پڑا کٹ کے رہ گیا، وہ پورے عالم اسلام کے رہنما تھے، عالم اسلام کے لئے ان کا ضابطہ تھا، کہیں سے بھی کسی نے اگر ادب و توقیر میں کمی ہے تو آپ نے فوراً نوکا، تعلیم ادب سے نوازا، پوسٹ کارڈ وغیرہ کھلے کاغذ پر عام طور پر لوگ بڑی بے تکلفی سے اللہ اور رسول کا نام لکھتے ہیں۔ لیکن امام احمد رضا کا جذبہ عشق و احتیاط دیکھئے وہ پوسٹ کارڈ وغیرہ پر اپنے مطلوب و محبوب کا نام نامی اس لئے نہیں لکھتے تھے کہ کھلا ہونے کی وجہ سے نہ معلوم اس پر کس کس کا ہاتھ پڑے گا۔ ان کے محبوب کے نام اقدس پر ہر کسی کا ہاتھ پڑا کرے یہ ان کو گوارہ نہیں تھا۔ فرماتے ہیں.....

"میں کبھی تین چیزیں کارڈ پر نہیں لکھتا۔ اسمِ جلالت "اللہ اور محمد، اور احمد اور نہ کوئی آیت کریمہ مثلاً اگر رسول اللہ ﷺ لکھنا ہے تو یوں لکھتا ہوں۔ حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام، یا اسمِ جلالت کی جگہ مولیٰ تعالیٰ (۳۹)

ان کا مزاج کیسا ادب شناس، احترام آشا، اور تعظیم و توقیر کے تقاضوں سے آگاہ تھا۔ سرور کائنات کے حضور انہیں ایسے الفاظ کا استعمال بھی پسند نہیں تھا جس سے تصغیر کی بو آئے۔ ایک بار حضرت مولانا سید شاہ اسماعیل حسن میاں نے آپ سے سیزدہ درود شریف نقل کرایا۔ حضور سید عالم ﷺ کی صفت میں لفظ "حسین" اور "زاہد" بھی تھا۔ حضرت نے نقل میں یہ دو لفظ تحریر نہ فرمائے اور فرمایا کہ "حسین" صیغہ تصغیر ہے، اور "زاہد" اُسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ حضور اقدس ﷺ کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن پھر میاں کے حکم کا احترام کرتے ہوئے نہایت لطافت کے ساتھ "حسین" کا لفظ اس طرح استعمال فرمایا کہ یہی صیغہ تصغیر حضور اقدس ﷺ کی عظمت شان ظاہر کر رہا ہے اب درود شریف کی عبارت یوں ہو گئی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفٰى  
رَفِيعَ الْمَكَانِ الْمُتَرَتَّبِ عَلَيَّ الشَّانِ الَّذِى رَجَّلَ مِنْ اَمَّتِهِ خَيْرٌ مِنْ رِجَالِ السَّالِفِيْنَ  
وَ حَسِيْنٍ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ اَحْسَنَ مِنْ كَذَا وَ كَذَا وَ حَسَنًا مِنْ السَّابِقِيْنَ ۝

درود شریف کی تکمیل بھی ہو گئی۔ لفظ حسین کا موزوں استعمال ہو گیا۔ میاں صاحب کی بات بھی رہ گئی اور ادب کی پیشانی پر بل بھی نہیں آیا۔ آپ کا یہ وہ وصف ہے۔ جس نے اربابِ نظر اور صاحبِ دل سب سے یکساں داؤدِ تبریک وصول کیا ہے۔ ان کا سب کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھا۔ نہ کسی کی تعریف سے مطلب، نہ کسی کی ملامت کا خوف تھا۔ حدیث شریف "مَنْ أَحَبَّ

۝ یعنی، اے اللہ، درود و سلام بھیج اور برکت عطا فرما ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ پر، جو مصطفیٰ (برگزیدہ) بلند مقام، مرتضیٰ (پسندیدہ) بلند شان ہیں جو اپنی امت سے رجیل ہیں رجالِ السابقین سے بہتر ہیں اور خوش شکل ہیں اپنی جماعت سے۔ احسن ہیں ایسے اور ایسے۔ اور خوبصورت ہیں سابقین سے۔

لِلّٰهِ وَاُعْطِيَ لِلّٰهِ وَمَنْعَ لِلّٰهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانُ" ۝ ا کے مصداق تھے۔ آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لئے، مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لئے، کسی کو کچھ دیتے تو اللہ ہی کے لئے۔ اور کسی کو منع کرتے تو اللہ ہی کے لئے۔ اگر وہ بد مذہبوں اور بے دینوں پر اشد تھے، تو دینداروں اور علمائے اہلسنت کے لئے ﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی زندہ تصویر بھی تھے۔

"الکوٰۃ الشہابیہ" میں فرماتے ہیں.....

"آدی فقط زبان سے کلمہ پڑھنے، یا اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا قول یا فعل اس کے دعوے کا کذب ہو۔"

غرض کہ ان کی حیات ہو یا وفات۔ ان کی ذات ہو یا صفات، معاملات ہوں یا عبادات دوستی ہو یا دشمنی۔ تحریر ہو یا تقریر جہاں کہیں بھی دیکھئے عشقِ رسول کی جلوہ طرازیں ضرور نظر آئیں گی۔ وہ جی رہے تھے تو یاد مولیٰ میں اور جانے کی تمنا ہے تو وہ بھی یاد مولیٰ میں ان کے در و جگر کی ٹیس دیکھئے۔ مولانا عرفان الحق کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

"وقتِ مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے۔ اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو، اور وہ قادر ہے۔ (۴۱)

اپنے کئی خطوط میں آپ نے سفرِ آخرت کا ذکر فرمایا ہے تحریر کا انداز بتا رہا ہے جیسے تیاری ہو رہی ہو۔ نہ کوئی گھبراہٹ نہ کوئی پریشانی جیسے رخت سفر باندھا جا رہا ہو۔ جیسے وقتِ وصال محبوبِ قریب سے قریب آ گیا ہو۔ "بے شک قرآن کریم میں انہی حضرات کے لئے ارشاد ہوا ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي

۝ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی "سنن" (برقم: ۴۶۸۱) میں روایت کیا ہے اور ولی الدین حمیری نے "مشکاۃ المصابیح" کے کتاب الإیمان، الفصل الثانی (برقم: ۲۹۱۳۰) میں نقل کیا ہے۔



عِبَادِيْ وَافْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝۱۰﴾۔ اے مطمئن اپنے رب کی طرف راضی خوشی لوٹ آ۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو۔ اور میری جنت میں چلا جا ﴿وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی (۳۲)

اپنے مولیٰ کی رضا پر وہ ایسے راضی تھے کہ انہی پہ یقین تھا کہ:-

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے  
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی  
قبر کی تاریکی۔ اکیلا پن، اندھیرا گھر اور اس پر نکیرین کے سوالات یہ وہ خدشات ہیں  
کہ بڑے بڑے سوراؤں کہ کلیجے دہل جاتے ہیں۔ مگر حضرت رضا ریلوی کا سکون دیکھئے۔  
فرماتے ہیں:-

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا  
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی  
ظلمتِ قبور کو دور کرنے کا کوئی اور مادی ذریعہ ہوتا تو لوگ نہ جانے اس کے لئے کیا  
کرتے دولت و ثروت کے عوض اگر ملنے والی چیز ہوتی تو عظیم سلطنت کا سودا کرنے سے بھی لوگ  
دریغ نہیں کرتے۔ لیکن اسے کیا کیجئے یہاں تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں  
ہے حضرت رضا ریلوی نے تمام مومنین کے لئے روشنی کا سامان کر دیا ہے۔ جو چراغ فکر آپ نے  
جلایا ہے جس کا جی چاہے فائدہ اٹھالے۔  
دیکھئے کس یقین کے ساتھ فرماتے ہیں:-

لحد میں عشق رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے  
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

۱ سورة الفجر: ۲۷/۸۹-۲۸-۲۹-۳۰

۲ سورة المائدة: ۱۱۹/۵، و التوبة: ۱۰۰/۹، و المجادلة: ۲۲/۵۸ و البينة: ۸/۹۸

واہ کیا بات ہے رضا کے عشق کی زمین کے اوپر رہا تو عشقِ مصطفیٰ کا چراغ فردزاں کرتا  
رہا دلوں کی بنجر اور سنسان آبادی کو عشق کے نغموں سے گرما تا رہا۔ دوست و دشمن کو اپنے اسی لگن اور  
مشن کا پیغام بانٹتا رہا، زمین کے اندر گیا تو بھی عشق کی سوغاتِ نور لیتا گیا۔ مگر رضا پر آج جو نور و  
ضیاء کی چاندنی پھیلی ہوئی ہے۔ روشن روشن اور جگمگ جگمگ جو فضا ہے اسے ہر زاہر اپنی نگاہ ظاہر  
سے بھی محسوس کر سکتا ہے۔ یہ جلوہ عشق اس کی شخصیت پر کہاں تک چھایا ہوا اور کس انداز سے ان کی  
حیات میں رچا بسا ہوا ہے۔

ذرا قبر سے برو حشر اٹھنے کا یہ انداز تو دیکھئے:-

یا الہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے  
دولت بیدار عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

اس جذب و مستی، سرشاری و وارفتگی پر تو یہ سارا عالم ہی نہیں بلکہ کروڑوں جہاں قربان  
کئے جاسکتے ہیں کیا ایمان افروز دیوانگی ہے، اور جہاں بھی ہے یہ شیفگی و نیاز کیشی اور ذوقِ فدائیت  
اپنے پورے شباب پر ہے۔ قیامت کی ہولناکی، افراتفری و نفسا نفسی سے کون واقف نہیں ہے۔ مگر  
جو رحمتِ عالم کے دامنِ کرم میں چھپا ہو۔ جو ان کے سایہ عاطفت میں جگہ پا چکا ہو وہ تو وہاں بھی  
ان کی مدح سرائی اور نعت خوانی کی آرزو کر رہا ہے۔ دو بند سلام کے نذرانے پیش کر لوں۔ اسی  
حسرت میں مچل رہا ہے دیکھئے ان کے حریم خیال کی جمال آفرینی فرماتے ہیں۔

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور  
بھجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام  
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا  
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

## حوالے

### حضرت رضا بریلوی کی شخصیت

### تصور عشق کے حوالے سے

۱۳	عشق کی سرفرازیاں	مولانا مبارک حسین مصباحی	ص ۹۰، ۸
۱۴	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۴۱، ۴۰
۱۵	اکرام امام احمد رضا	مولانا برہان الحق	ص ۸۰، ۷۸
۱۶	دلی کی آشنائی	علامہ ارشد قادری	ص ۱۵، ۱۳
۱۷	قاری کا امام احمد رضا نمبر دہلی	اپریل ۱۹۸۹ء	ص ۲۵۹
۱۸	سوانح علی حضرت	مولانا بدرالدین	ص ۳۹۱
۱۹	فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲	امام احمد رضا	ص ۱۳۹، ۱۳۸
۲۰	امام احمد رضا کے ایمان افروز وصایا	مولانا حسین رضا	ص ۲۲
۲۱	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری	ص ۲۰۰، ۱۹۹
۲۲	الملفوظ جلد ۱	حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ	ص ۳۷
		رضا قادری	
۲۳	قاری کا امام احمد رضا نمبر۔ (دہلی)	اپریل ۱۹۸۹ء	ص ۲۳۸
۲۴	فتاویٰ رضویہ جلد ۱	امام احمد رضا	ص ۴۰۸
۲۵	فتاویٰ رضویہ جلد ۱	امام احمد رضا	ص ۴۵۶
۲۶	فتاویٰ رضویہ جلد ۱	امام احمد رضا	ص ۵۵۲
۲۷	فتاویٰ رضویہ جلد ۱	امام احمد رضا	ص ۴۴۲
۲۸	حیات اعلیٰ حضرت ج ۱	مولانا ظفر الدین بہاری	ص ۲۸۳
۲۹	مکتوبات امام احمد رضا محدث بریلوی مرتبہ مولانا محمود احمد قادری		ص ۱۸
۳۰	حیات اعلیٰ حضرت	مولانا ظفر الدین بہاری	ص ۲۰۹
۳۱	امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت	مولانا کوثر نیازی	ص
۳۲	الطہرۃ الرضیہ	امام احمد رضا، الجامعۃ	ص ۲۶
		الاشرفیہ مبارکپور	

۱	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۳۴
۲	اقامتہ القیامۃ	امام احمد رضا	ص ۷۸
	(مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲)		
۳	اقامتہ القیامۃ	امام احمد رضا	ص ۷۷
	(مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲)		
۴	الامن والعلی	امام احمد رضا	ص ۹۴
۵	الامن والعلی	امام احمد رضا	ص ۱۰۳
۶	الامن والعلی	امام احمد رضا	ص ۲۱۹
۷	صلوات الصفائی	امام احمد رضا مطبوعہ کراچی ملخصاً	ص ۶۱، ۵۹
	نور المصطفیٰ (۱۳۲۹ھ)		
۸	خالص الاعتقاد (۱۳۳۸ھ)	امام احمد رضا مکتبہ مشرق بریلی	ص ۵۱
۹	الملفوظ ۲	حضور مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۴۵
۱۰	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۴۳، ۴۲
۱۱	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۴۴، ۴۳
۱۲	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۵۰

## جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کی سرگرمیاں

### ہفت واری اجتماع :-

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام ہر پیر کو بعد نماز عشاء تقریباً ۱۰ بجے رات کو نور مسجد کاغذی بازار کراچی میں ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس سے ہر ماہ ایک پیر علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی صاحب "درس قرآن" اور ایں پیر علامہ محمد منار اشرفی "درس حدیث" اور باقی دو پیر مقتدر و مختلف علمائے اہلسنت مختلف موضوعات پر خطبات فرماتے ہیں۔

### مفت سلسلہ اشاعت :-

جمعیت کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علمائے اہلسنت کی کتب و رسائل مفت شائع کر کے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ جن سے اہل اسلام کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

### مدارس حفظ و ناظرہ :-

جمعیت کے تحت رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

### درس نظامی :-

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے تحت صبح و رات کے اوقات میں درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں جس میں دورہ حدیث تک کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔  
دارالافتاء:

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے تحت ایک دارالافتاء قائم ہے جس سے قریب و جوار کے رہنے والے اور دور دراز علاقوں میں بسنے والے استفادہ کرتے ہیں۔

### کتب و کیسٹ لائبریری :-

جمعیت کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علمائے اہلسنت کی کتابیں مطالعہ کے لیے اور کیسٹیں سماعت کے لیے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

۳۳	النیرۃ الوضیہ	امام احمد رضا، ناشر الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ملخصاً	ص ۵۴، ۵۰
۳۴	اسلمو ظ جلد ۱	مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۱۰۷
۳۵	اسلمو ظ جلد ۱	مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۶۷
۳۶	فقیہ اسلام	ڈاکٹر حسن رضا	ص ۱۲۱، ۱۱۹
۳۷	اسلمو ظ ج ۲	مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۸۷
۳۸	اسلمو ظ ج ۳	مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۵۶
۳۹	اسلمو ظ ج ۱	مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۱۱۶، ۱۱۵
۴۰	قاری کا امام احمد رضا نمبر (دہلی)	اپریل ۱۹۸۹ء	ص ۳۳۸
۴۱	حیات اعلیٰ حضرت	مولانا ظفر الدین بہاری	ص ۳۱۶
۴۲	اکرام امام احمد رضا (حاشیہ)	مولانا برہان الحق	ص ۱۱۷



# مقام فکر و غور

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم :

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ

(ترجمہ) علم کا طلب کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔

ذرا سوچئے.....! کیا ہم اس ارشاد نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہیں۔

اگر نہیں تو آئیے.....!

نور مسجد کا غذائی بازار میں قائم درس نظامی کی صبح و رات کی کلاسز میں روز و شب علم دین کی تعلیم دی جاتی ہے۔

تعمیل فرمان نبوی ﷺ میں دیر مت کیجئے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم :

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

(ترجمہ) تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

کیا آپ نہیں چاہتے کہ ارشاد نبوی ﷺ کے بموجب آپ کا شمار بھی بہترین افراد میں سے ہو۔

اگر ہاں.....! تو آج ہی آئیے اور نور مسجد کا غذائی بازار میں موجود مدارس حفظ و ناظرہ سے

قرآن پاک کی تعلیم حاصل کیجئے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم :

مَنْ زَادَ عَالِمًا فَكَانَ مِثْلَ زَادِنِي

(ترجمہ) جس نے عالم کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی۔

یقیناً آپ بھی اپنا شمار ان خوش نصیبوں میں کروانا چاہیں گے جن کی طرف فرمان نبوی ﷺ اشارہ کر رہا ہے۔

اگر ہاں.....! تو ہر پیر کو نور مسجد کا غذائی بازار میں ضرور تشریف لائیں۔

جہاں ہفتہ واری اجتماع میں مختلف و مقتدر عالم مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرماتے ہیں۔

نہ صرف ان کی دید سے مشرف ہوں بلکہ علم دین کے موتی بھی پائیں۔

منجانب

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان